دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

VOL.No.9	نومبر ۲۰۱۴ء (November 2014) محرم / صفر ۱۴۳۶ھ	Issue.No. 9

مجلس سرپرستان

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا حسن مرچی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبد الستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.........۱۵/روپے
سالانہ.........۱۸۰/روپے
خصوصی....... ......۵۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: **09719639955**

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
09675335910/09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTED AT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TIF not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TIF not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
حسد معاشرے کا ایک ناسور	محمد مسعود عزیزی ندوی	
ملفوظات		۵
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ	مولانا ڈاکٹر محمد حسین للہی	
دعوت توحید		۹
شرک کس کو کہتے ہیں؟	مولانا خرم علی صاحب بلہوریؒ	
فکرونظر		۱۳
کارواں کے دل سے......جاتا رہا	مولانا محمد الیاس ندوی، بھٹکل	
استقبالیہ		۱۹
حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی کی آمد	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
اصلاح معاشرہ		۲۲
تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تجزیہ		۳۲
عام مسلمانوں میں احکام زکوۃ سے ناواقفیت	مولانا رحمت اللہ ندوی نیپالی	
جائزہ		۳۸
غزہ اور اسرائیل جنگ بندوی	مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی	
دعوت فکر		۴۰
ملالہ کے ساتھ یورپ کی مسلسل مہربانی	مولانا شمس تبریز قاسمی، دیوبند	
انوار حدیث		۴۴
عصا (لاٹھی) حدیث کی روشنی میں	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۸
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین (فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی // //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی // //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی (فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی	۶۰۰............
$\frac{1}{4}$ صفحہ //	۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۸۰؍روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

’’حسد‘‘ معاشرے کا ایک ناسور

محمد مسعود عزیزی ندوی

آج کل امت ایک پر خطر دور سے گزر رہی ہے، زندگی کو ایک مسئلہ نہیں، بلکہ سینکڑوں مسائل درپیش ہیں، غیروں کی طرف سے ہی نہیں بلکہ اپنوں کی طرف سے بھی، سرکاری اور غیر سرکاری بہت سے چیلنجز ہیں، چونکہ یہ پرفتن دور ہے، صبح وشام نئے نئے فتنے وجود پذیر ہورہے ہیں، فتنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، کہیں سنامی لہریں ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے آرہی ہیں تو کہیں طوفان ہدہد، کبھی کیدارناتھ کی آزمائش اور کبھی جنت نما کشمیر کی تباہی وبربادی ہمیں احساس دلارہی ہے، اس پر مزید امت کی طرف سے لوٹ مار، فساد، قتل وغارت گری، حق تلفی اور ناانصافی، بڑی مچھلی کا چھوٹی مچھلی کو کھاجانا آئے دن کا مسئلہ ہے، نہ جانے کس وقت اور کس گھڑی کیا بات پیش آجائے، یہ سب اس وقت امت میں افراتفری نہیں تو اور کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اس وقت ذلت ونکبت کی زندگی گزار رہا ہے، اس کا کوئی وزن اور کوئی وقار نہیں، کہیں بھی اس پر آزمائش آسکتی ہے، یہ آزمائش اس کے دین کی بھی ہوتی ہے، اس کی دنیا کی بھی، ان تمام باتوں کے باوجود اس کی زندگی میں، اس کے طرز عمل میں، اس کی بود وباش میں، اس کی زندگی کے شب وروز میں، اس کے کھانے پینے میں اور اس کے طرز حیات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آتی، وہی اپنی پرانی ڈگر، موج ومستی اور عیش پرستی کی زندگی، نہ خوف خدا، نہ انابت الی اللہ، نہ کوئی حیا نہ شرم، نہ مسجدوں کی صفوں میں اضافہ، نہ گناہوں اور خرافات سے توبہ، ہر شخص آزاد اور بیباک، جیسا کہ نہ یہ مسئول ہے اور نہ اس پر کوئی رقیب ہے، جب کہ اللہ تعالی ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

موجودہ دور کے فتنوں میں ایک قدیم فتنہ حسد کا ہے، حسد کہتے ہیں کسی کی نعمت وترقی کو دیکھ کر جلنا، اور اس نعمت کے ختم ہونے کی تمنا کرنا، کہ یا اللہ! مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے، اس کی مجھے پرواہ نہیں، لیکن اس کو نہ ملنی چاہئے، یہ حسد ہے، حسد کی یہ آگ نیکیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے، جس طرح گھن یا آگ سوکھی لکڑی کو کھاجاتی ہے، مگر یہ بیماری آج کل معاشرے کے ہر طبقہ میں پائی جاتی ہے، شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس سے کسی کو حسد نہ ہو، یا اس کو کسی سے حسد نہ ہو، اگر کوئی اچھی زندگی گزار رہا ہے تو اس سے حسد ہے، کسی کا اچھا بزنس چل رہا ہے، اچھا کاروبار چل رہا ہے، اس سے حسد ہے، غرضیکہ جو بھی

خوشحالی سے یا اللہ کی کسی اور نعمت سے لطف اندوز ہو رہا ہے وہ محسود ضرور ہے، حاسد اللہ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوتا، حالانکہ اللہ تعالی اپنے بندوں کی ضروریات اور تحمل کی صلاحیت سے زیادہ واقف ہے، وہ اپنے علم کے مطابق لوگوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے، ظاہر ہے اللہ کے فیصلہ میں اللہ کی تقسیم میں خطا کا کوئی امکان تو ہے نہیں: "لا یضل ربی و لا ینسی" میرا رب نہ بھٹکتا ہے، اور نہ بھولتا ہے، پھر جو اللہ کے فیصلے سے اللہ کی تقسیم سے راضی نہیں، اس کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالی کی کائنات، اللہ تعالی کی زمین سے نکل کر کہیں اور چلا جائے اور ایسی جگہ جائے جہاں اس کو انصاف مل سکے، یاد رکھو! انسان کے پاس دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب خدا کا دیا ہوا ہے، سب کچھ خداوند قدوس کی جانب سے عطا کردہ ہے، ہر نعمت اسی کی دی ہوئی ہے، اس نے ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا ہے، اپنے علم وبصیرت کی روشنی میں جس کو جو دیا ہے وہ صحیح دیا ہے، جس کے دل میں یہ بات ہوگی وہی صحیح مومن کہلائے گا، اور جس کے دل میں یہ بات نہیں ہوگی وہ کامل مومن نہیں۔

صحیح مسلمان وہی ہے جو اللہ کے فیصلہ سے راضی ہے، جس کے یہاں تسلیم ورضا، یقین وتوکل کی بیش بہا دولت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، اس لئے اگر کوئی اپنے کسی بھائی کے پاس مال ودولت کی فراوانی دیکھے، دوکان ومکان کی وسعت دیکھے، تو اس کو صبر وشکر سے کام لینا چاہئے، کہ اللہ تعالی نے اس کو نوازا ہے، اپنے لئے بھی دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! مجھے بھی ہر قسم کی دینی اور دنیوی نعمتوں سے مالامال فرمادے، مگر دوسروں کی نعمت کے زوال کی فکر نہ کرے، اگر یہ سوچ، یہ جذبہ امت میں پیدا ہوگا تو پھر کوئی بھی آدمی پریشان نہ ہوگا، امت کی حالت بہتر ہوگی، ہر آدمی خوش وخرم رہے گا، کسی کو چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، قتل وغارت گری اور شر وفساد کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس لئے کہ وہ مطمئن ہوگا اور اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہوگا، تقدیر پر اس کا ایمان ہوگا، جب یہ باتیں ہوں گی تو ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا، اور دنیا ایک امن وامان کا گہوارہ بن جائے گی، اللہ تعالی ہمارے معاشرے کو حسد جیسی بیماری سے محفوظ رکھے، جو اس وقت معاشرے میں جذام کی طرح پھیل رہی ہے، اور اچھے اچھے اس کی لپیٹ میں آرہے ہیں، اور جس کی شناعت وقباحت ہمارے دلوں سے اور ذہنوں سے ختم ہوگئی ہے، اللہ تعالی ہم سب کی اس بیماری سے حفاظت فرمائے۔

ملفوظات

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

مولانا ڈاکٹر محمد حسین للہی

سزا بھی محدود ہونی چاھئے:

ایک شخص کے اس سوال پر کہ بندہ محدود عمر میں گناہ کرتا ہے، لیکن اس کی سزا غیر محدود کیوں ہے، فرمایا دنیا میں بھی یہ قانون جاری ہے، بتاؤ قتل کی سزا عمر قید یا پھانسی کیوں ہے؟ وہ گناہ تو زیادہ سے زیادہ دو چار منٹ کا ہوتا ہے، کیونکہ تلوار سے قتل کرے، یا بندوق سے، یا دھاری دار چیز سے، بہرصورت ایک دو منٹ سے زیادہ دیر نہیں لگتی، مگر حکومت اس کو عمر قید کی سزا دیتی ہے، یا پھانسی کا حکم دیتی ہے اور اس کو ہمیشہ کے لیے دنیا سے باہر کر دیتی ہے، اگر وہ یہ کہے کہ صرف دو تین منٹ کا گناہ ہے اس کی سزا اتنی کیوں ہے تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے، قطعاً نہیں۔

واقدی کے سلسلہ میں حضرت کی رائے:

ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا واقدی کی روایات کو محدثین معتبر نہیں سمجھتے؟ فرمایا اگر اس زمانے میں ہوتے تو سب سے زیادہ ثقہ سمجھے جاتے اور تاریخ میں تو وہ ثقہ ہی ہیں، محدثین ان کی روایات کی طرف التفات اس واسطے نہیں کرتے کہ وہ زیادہ تر مغازی اور سیر کی روایات بیان کرتے ہیں، ان روایات کا احکام فرائض و واجبات اور عقائد وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، صرف تاریخ بیان کرتے ہیں، اس واسطے محدثین نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی، نیز چونکہ مغازی میں فتوحات اور جنگوں کے حالات بیان کئے جاتے ہیں، اس لیے کوئی مبالغہ آمیز بات بھی بیان ہو جاتی ہے، لیکن اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں مصر، شام، عراق اور ایران وغیرہ ممالک فتح ہوئے، اصل واقعات تو صحیح ہیں، کہیں کسی روایت میں مبالغہ بھی ہو گیا ہوگا، زیادہ تر یہ ملک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات اس طرح ہوتے رہے جیسے سیلاب اُمڈا چلا آتا ہے، آج یہ ملک فتح ہوا، کل وہ ملک فتح ہوا۔

انسان ھی سے اللہ کی صفات کا ظھور ھوتاھے:

حضرت سے ایک عالم نے دریافت کیا، ابن آدم کی ساری مخلوق پر فضیلت کیوں ہے؟ نیز علم الاسماء سے کیا مراد ہے، فرمایا میں خود تو کچھ نہیں جانتا، سنی سنائی کہتا ہوں، وہ یہ کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ظہور ہے اور کوئی چیز عالم میں ایسی نہیں جس میں اس کا ظہور اور اس کی تجلی نہ ہو، لیکن انسان اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور جملہ صفات کا مظہر اتم ہے اور انسان کے سوا دنیا کی کوئی اور چیز ایسی نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہو سکے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے تواب ہے، غفور ہے، رحیم ہے اور عفو ہے، تو ان صفات کا ظہور سوائے انسان کے اور کسی شئے سے نہیں ہو سکتا، صرف انسان ہی اس کا مظہر ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ گناہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور مغفرت کر دیتے ہیں، تو ان سے صفت عفو اور غفور وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے "لَوْلَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَجَاءَ بِقَوْمٍ الآخَرِ يُذْنِبُونَ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرَلَهُمْ" یعنی اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق لے آئے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ سے معافی چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک گناہ نہیں ہوں گے اس کی صفت ''مغفرت اور عفو'' کا ظہور نہیں ہوگا اور ماسوائے انسان کے نہ کوئی مکلّف ہے اور نہ اس سے گناہ ہوتا ہے اور فرشتے تو بالکل نافرمانی نہیں

کرتے، وہ اس صفت کا مظہر نہیں بن سکتے، معلوم ہوا جب تک انسان گناہ نہ کرے، اس کی تمام صفات کا ظہور نہیں ہوسکتا حتی کہ ظہور صفات کے لیے اللہ تعالی کوئی اور مخلوق پیدا فرماتے جو گناہ کرتی اور اللہ تعالی کی ان صفات کا مظہر بنتی، اور فرشتے تو ایک مقام سے جو ان کے لیے مقرر ہے آگے ترقی نہیں کر سکتے، دیکھو وہ جہنم میں بھی ہوں گے، لیکن وہ ان کو نہیں جلائے گی، معلوم ہوا وہ ان صفات کا مظہر نہیں بن سکتے اور انسان ترقی کرتا رہتا ہے، دنیا میں بھی دیکھ لو انسان نے کیا کیا ایجادات کی ہیں اور کر رہے ہیں؛ لیکن فرشتوں کا دماغ اس طرف نہیں چلتا۔

جاسوسی کے لیے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھنا:

حضرت نے فرمایا ایک مسلمان جو کہ انگریزوں کا ملازم تھا، رمضان شریف کا مہینہ آیا، تو اس نے اپنے افسر سے چھٹی مانگی کہ مجھے روزے رکھنے ہیں، افسر نے کہا یہیں رکھ لو (یہ تقسیم ملک سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی) اور اس نے ایک مقام بتادیا کہ وہاں تراویح میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، سحری اور افطاری کا مکمل انتظام ہے اور کافی نمازی ہوتے ہیں، چنانچہ یہ شخص وہاں چلا گیا، وہاں جا کر بہت خوش ہوا کہ بڑی بڑی داڑھیوں والے پابند صوم وصلاۃ لوگ موجود ہیں، جو دن رات قرآن مجید پڑھتے اور سنتے ہیں، جب رمضان شریف ختم ہوگیا، اسے کسی نے بتایا کہ یہ تو سب انگریز ہیں اور ان کو جاسوسی کے لیے تیار کیا جارہا ہے، ان میں کوئی بھی مسلمان نہیں۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کے ایک انگریز کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ بیس سال تک وہاں رہا، وہ قابل آدمی تھا، اور اسلامی تعلیمات کا ماہر تھا، وہاں امام مقرر کردیئے گئے، بیس سال کے بعد جب وہاں سے جانے لگے تو لوگ رخصت کرنے کے لیے ساتھ آئے، جب جہاز پر سوار ہونے لگے تو حجامت کروائی اور داڑھی منڈوادی، لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا، کہنے لگے کہ بیس سال کی نمازیں لوٹا لینا، تمہاری وہ نمازیں نہیں ہوئی، میں انگریز ہوں۔

ایسے ہی امرتسر میں جس انگریز (سر مائیکل ایڈوائر) نے مسلمانوں پر گولی چلوائی تھی، یہ بھی ایک جگہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا، پورا عالم تھا، امام مقرر رہوا، اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا، بعد میں پتہ چلا کہ انگریز تھا۔

دونوں حالتیں بہتر ہیں:

حضرت سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ آدمی پر بعض اوقات ذکر میں گریہ طاری ہوتا ہے، تو یہ گریہ کی حالت اچھی ہے یا بعد میں جو سکون ہوتا ہے وہ حالت اچھی ہے، فرمایا دونوں حالتیں اچھی ہیں، اگر ہر وقت گریہ رہے تو آدمی کوئی کام نہیں کرسکتا، اور دعا میں جی لگنا یہ بھی گریہ ہے، اگر چہ آنسو نہ نکلیں۔

حب جاہ کا علاج:

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف لطیف ''آئینہ تربیت'' کے حوالے سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں لکھا ہے، حب جاہ اگر چہ تھوڑی بھی ہو تو اس کا علاج ضروری ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مشائخ کرام جو محنتیں اور خدمات کراتے ہیں، یہی حب جاہ کا علاج ہے، حضرت مرزا مظہر جان جاںؒ حضرت شاہ غلام علی صاحب کی بہت زجر وتوبیخ فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ پنکھا کر رہے تھے ذرا تیز ہلایا تو فرمایا، کیا مجھے اڑادو گے، پھر ذرا آہستہ کردیا تو فرمایا، کیا تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے، ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت نہ ایسے بنے نہ ویسے بنے، اس پر حضرت نے نکال دیا۔

چار پانچ ماہ تک ناراض رہے، پھر شاہ غلام علی صاحب نے بڑی خوشامدوں اور منتوں سے راضی کیا اور حضرت نے آنے کی اجازت دی، جب خلافت دی، اس وقت فرمایا شاہ صاحب جو کچھ آپ کے ساتھ سختی کی گئی، یہ صرف آپ کی اصلاح کے لیے تھی، کسی ذاتی غرض کے لیے ہرگز نہ تھی، فرمایا ''ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب سے کسی نے لنگر کی شکایت کردی کہ کھانے میں فلاں نقص ہے، مرزا جان جاںؒ رحمۃ

اللہ علیہ نے کہا سب چلے جاؤ، یہاں تو وہ رہ سکے گا جو صرف نمک چاٹے، اس پر حضرت شاہ غلام علی کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضرت مجھے یہی قبول ہے''۔

قلب میں نور کیسے پیدا ہوگا؟

ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا کہ قلب میں نور پیدا ہونے کی کیا علامات ہیں، اور ذکر کے مؤثر ہونے کی کیا علامات ہیں؟۔

حضرت نے فرمایا کہ ذکر سے اس قدر انس ہوجائے کہ چھوڑنے کو جی نہ چاہے، یہ علامت ہے اس بات کی کہ قلب میں نور پیدا ہوگیا ہے، لوگوں کو معلوم نہیں کہ تصوف کو کیا سمجھ رکھا ہے، حالانکہ تصوف کا مطلب یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنا آسان ہوجائے اور اللہ تعالی کی عبادت اس طرح ہونے لگے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' یعنی تو اس طرح عبادت کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا خیال کرنا ممکن نہ ہو تو یہ خیال کرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، اور فرمایا کہ صرف چلوں اور مجاہدوں کا نام تصوف نہیں ہے، یہ تو ہندوؤں میں بھی ہے، راؤ عطاء الرحمٰن نے ہمارے سامنے بیان کیا تھا کہ ہم نے جوالا پور کے قریب ہریدوار میں دیکھا کہ دو ڈھائی سو ہندو سمادھی لگائے بیٹھے تھے۔

سمادھی کس چیز کو کہتے ہیں:

حضرت نے فرمایا سمادھی کہتے ہیں مراقبہ کو، ہندو لوگ بھی مراقبہ اور مجاہدہ کرتے ہیں، جوگی لوگ اپنے ہر عمل کو مراقبہ ہی کہتے ہیں، جوگی دو قسم کے ہوتے ہیں، بعض تو سفر میں رہتے ہیں، تین دن سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرتے اور بعض ہمیشہ ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے ہیں، چلنا ان کے لیے منع ہے، ایک ہندو کو ہریدوار میں دیکھا کہ وہ ہر وقت کھڑا رہتا ہے، بارہ سال میں اس کا مجاہدہ پورا ہوجائے گا، اسے ناف تک ورم آچکا ہے، اس کے سامنے ایک رسی تنی رہتی ہے، زیادہ تکلیف ہوتی تو اس پر پیٹ رکھ کر تھوڑا سا جھول لیتا تھا، میں نے کہا اس کو تو ناف تک ورم آگیا ہے، لوگوں نے کہا اس کی سمادھی ختم ہونے کے بعد یہ ورم تو فوراً چلا جائے گا، اس کے بعد یہ ہوگا کہ اس کی نگاہ میں بڑی تاثیر پیدا ہوجائے گی اور جس پر توجہ ڈالے گا اسے اپنا تابع کرلے گا۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر ان چیزوں کا نام تصوف ہو، تو پھر اسلام اور کفر میں تمیز ہی کیا ہے، ہندوؤں نے تو یہاں تک دعوی کیا ہے کہ مسلمانوں نے تصوف ہم سے سیکھا ہے، ایک ہندو جس نے کئی چلے کر رکھے تھے، میرے پاس آیا کہنے لگا آپ فلاں آسن پر بیٹھا کریں، جی الحمدللہ، اللہ تعالی نے ہمیں اس کا محتاج نہیں کیا، حق سبحانہ وتعالی نے اس آسن کے بغیر ہی فضل فرمادیا ہے، فرمایا ان لوگوں کا دعوی غلط ہے، جس چیز کو وہ تصوف سمجھتے ہیں، اسلام میں وہ تصوف نہیں ہے، بقول حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''آئینہ اگر زنگ آلود ہو اور پیشاب سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آجاتی ہے اور اگر صاف پانی یا عرق گلاب وغیرہ سے صاف کیا جائے تو بھی صفائی آجاتی ہے، مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اور یہ پاک ہے''۔

گناہ کی سزا دنیا میں:

حضرت نے فرمایا ہمارے چچا زاد بھائی تھے مولوی سعداللہ صاحب، ان کو سخت قسم کی بواسیر تھی، ایسی بواسیر کہیں دیکھنے میں نہیں آئی، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دست آتا تھا اور دست میں چیخیں نکلتی تھیں اور کہتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انگارے پر بیٹھا ہوں، پھر تھوڑی دیر کے بعد دست آتا اور ایسی ہی حالت ہوتی، جب یہ کیفیت بڑھتی تو زبان سے کفریہ کلمات کہتے تھے، لوگ کہتے کہ ایسے کفر کے کلمے نہ کہا کرو، وہ کہتے کہ اب اللہ تعالی میرے ساتھ اور کیا کرے گا، آسمان سے زمین پر گرادیا، جب بواسیر کی یہ کیفیت ہوتی تو کہا کرتے کہ وہ حالت کیسی اچھی تھی کہ میں تندرست تھا، کھانا پورا کھالیتا تھا، میں نے کہا کہ میں نے تو آپ کی اسی حالت سے اللہ تعالی کا قادر اور مختار کل ہونا سمجھا، ایسا لگتا ہے کہ آپ سے ضرور کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، آدمی سچے تھے کہہ دیا ہاں! ضرور ایک گناہ ہوا ہے، ہم چار آدمی ایک نواب کے مصاحب تھے، ان کے یہاں دستور تھا کہ نواب

صاحب کے رشتہ داروں میں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کے نام کچھ زمین اور تنخواہ مقرر کر دی جاتی تھی، انہوں نے سوچا کہ اس طرح تو ساری زمین تقسیم ہو جائے گی، لہٰذا نواب صاحب نے ہم چاروں کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور کہیں زمین میں دفن کر دیا جائے، اب میں تو اس کی سزا بھگت رہا ہوں۔

ذکر کے اثرات اسی وقت ہوتے ہیں جب حلال کھانا ہو:

حضرت نے فرمایا ذکر کے اثرات تب ہی مرتب ہوتے ہیں جب کہ کھانا حلال کا ہو، حدیث شریف میں آیا ہے "مَطْعَمُهُ حَرَامٌ، مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسَهُ حَرَامٌ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهُ" یعنی کھانا پینا اور لباس حرام کا ہو تو دعا و عبادت کیسے قبول ہو، حضرت نے فرمایا کہ اپنے حضرت (شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ) کو بارہا دیکھا کہ کھانا قے کیا ہوا پڑا ہے، میں صاف کر دیتا، اصل بات یہ تھی کہ مشتبہ کھانا حضرت کو ہضم ہی نہیں ہوتا تھا، اگر کھا لیتے تو فوراً قے ہو جاتی، ایک دفعہ گمتھلہ کے ایک رئیس نے دعوت کی، حضرت نے بہت عذر کیا، لیکن اس نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا، آخر کار حضرت نے اس کی دلداری کے لیے منظور فرمالیا تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو، جب کھانا کھا کر مکان پر تشریف لائے تو سب قے کر دیا اور اوپر سے گرم پانی پی کر اچھی طرح پیٹ صاف کر دیا، بعد میں پتہ چلا کہ وہ رئیس سود لیا کرتا تھا۔

اللہ کے یہاں متقی بندہ محبوب ہے:

حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کے متعلق حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں موچی ہوں، جوتے سیا کرتا ہوں اور کوئی دوسرا کام بھی کر لیتا ہوں، ایک اور شخص کے بارے میں ذکر ہوا کہ وہ نائی یا جولاہا ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے مریدین میں کوئی موچی ہے، کوئی نائی ہے، کوئی جولاہا ہے۔

حضرت نے فرمایا نام و نسب اور قوم سے کچھ نہیں ہوتا، جب اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے تو سب کو قبول کر لیتی ہے اور جو لوگ ذاتوں اور قوموں پر فخر کرتے ہیں وہ محروم رہتے ہیں، فرمایا "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ" اللہ کے یہاں تقوی کا اعتبار ہوتا ہے، خواہ کسی قوم سے ہو۔

انگریز مسلمانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے:

حضرت نے فرمایا انگریز مسلمانوں کا سخت دشمن ہے، اس نے قصداً تقسیم ملک میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، لیکن ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ اسی انگریز سے جو دشمن ہے، تقسیم کروائی ہے، ظاہر ہے کہ پٹھانکوٹ، حصار اور فیروز پور، سب جگہ مسلمانوں کی اکثریت ہے، مگر اس ظالم نے یہ سب اضلاع ہندوؤں کو دیدیئے، حالانکہ مسلمانوں کو ملنے چاہیئے تھے، جو افسر تقسیم پر متعین تھا، اس نے صاف کہا تھا کہ لاہور لے کر کیا کرو گے، پٹھان کوٹ لو، یہاں سے سیدھا راستہ کشمیر کو جاتا ہے۔

مزید حضرت نے فرمایا دریا ایک بھی مسلمانوں کے پاس نہیں، سب کے منابع ہندوستان میں ہیں، اگر وہ ادھر سے پانی بند کرلیں تو ان کے پاس پانی نہیں آ سکتا اور ہمارے مسلمان ایسے سیدھے ہیں کہ کہنے لگے تقسیم تو ہو جائے، پانی کا فیصلہ بعد میں کرلیں گے، حالانکہ یہ پہلے کرنا چاہیئے تھا، ابھی حال ہی میں ایک انگریز کا خط ہندوستان کے ایک جج کے پاس آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ ہندوستان کا ملک اب ہمارے قابو سے باہر ہو چکا ہے اور اب موقع ہے مسلمان سے بدلہ لینے کا۔

یہ خط حضرت مدنی (شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) نے بھی پڑھا تھا اور اخبار میں شائع ہوا تھا، حضرت مدنی نے تقسیم سے پہلے فرمادیا کہ فسادات ہوں گے اور اس قدر نقصان ہوگا، بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ حضرت مدنی نے فرمایا تھا۔

DU\Tif Files\A004.TIF not found.

دعوتِ توحید

شرک کس کو کہتے ہیں؟

حضرت مولانا خرم علی صاحب بلہوریؒ، بارہ بنکی (یوپی)

توحید اردو زبان میں ایک جاننے کو کہتے ہیں اور شرک ساجھا کرنے کو کہتے ہیں، اول مسلمان پر یہی فرض ہے کہ اللہ تعالی کی توحید کو جانے اور شرک سے بچے، توحید اس کا نام نہیں کہ خدا کو زبان سے ایک کہے اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کے واسطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور پیروں کی نذریں مانے اسی کا نام تو شرک ہے بلکہ توحید کے یہ معنی ہیں کہ بس اللہ ہی کو ہر چیز کا مالک ومختار جانے اور یہ سمجھے کہ اس کے سوا پیر ہوں یا پیغمبر، فرشتے ہوں یا شہید، کسی کو کچھ اختیار اس کے کارخانہ میں نہیں، سب اس کے روبرو عاجز و بے سہارا ہیں اور شرک اس کا نام نہیں کہ اللہ کے سوا آسمان اور زمین کا مالک کسی اور کو نہ جانے یہ تو کوئی مشرک اور کافر بھی نہیں کہتا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے، بلکہ شرک کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے اپنے واسطے جو چیزیں خاص کر لی ہیں ان میں کسی دوسرے کو بھی ملانا جیسے مینھ کا برسانا، رزق کا دینا، بیمار کا اچھا کرنا، آفتوں بلاؤں سے بچانا، اولاد دینا، غیب کی بات جاننا، ہر جگہ پر حاضر وناظر رہنا، لوگوں کی مدد کرنا، جلانا، مارنا یہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، ان میں کسی دوسرے کا بھی اختیار سمجھنا بس یہی شرک ہے کہ جس کے مٹانے کے واسطے قرآن شریف اترا اور پیغمبر خدا کافروں سے لڑے، قرآن شریف میں ہزاروں جگہ اس کا بیان ہے، اگر سب آیتیں لکھی جائیں تو کتاب بڑی ہو جائے، اب تھوڑی آیتیں یہاں بیان ہوتی ہیں، دل سے سننا چاہئے، قال اللہ تعالی: "قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَّلَا ضَراً اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَامَسَّنِيَ السُّوْءَ اِنْ اَنَا اِلَّا بَشِيْرٌ وَنَذِيْرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ"۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۸۸)

اللہ تعالی فرماتا ہے ''اپنے نبی سے کہہ دے اے محمد کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا، نہ برے کا جو چاہے اللہ اور اگر جانا کرتا میں غیب کی بات تو بہت خوبیاں جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہیں پہنچتی، میرا کام سوا اس کے کچھ نہیں کہ عذاب سے ڈراتا ہوں اور ثواب کی خوشی سناتا ہوں ایمان والے لوگوں کو۔

فائدہ: یہ تو سب جانتے ہیں کہ پیغمبر خدا کے برابر کوئی اللہ کا بندہ مقبول نہیں، پھر جب ان ہی کو خود اپنی جان کے نفع اور ضرر کا کچھ اختیار نہیں اور وہ بھی غیب کی بات نہیں جانتے تو اور امام اور پیر کس گنتی اور شمار میں ہیں، اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مدد چاہنا اور حاجتیں مانگنا سوائے اللہ کے کسی سے نہ چاہئے، پیر ہوں یا پیغمبر، اولیاء ہوں یا شہید، ہاں بعضے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے کہ آگے یوں ہوگا، اگر علم غیب ان کو نہ تھا تو خبر کیوں کر دی اور اولیاء کا بھی اسی طرح کا حال ہے، دیکھو فلانے بزرگ نے کہا تھا کہ ہم فلانے روز مریں گے ویسا ہی ہوا، اور کسی سے کہا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہوں گے، سو چار ہی ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کو اللہ کے بتانے سے معلوم ہوا تھا، اس کو علم غیب نہیں کہتے ہیں جس قدر اللہ نے جس کو بتلا دیا بس اسی قدر اس کو حال معلوم ہوا، زیادہ اس سے ہرگز نہیں معلوم ہوا، مشہور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسفؑ کے غم میں رویا کرتے تھے، معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں، جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہوئے تب ان کو خبر معلوم ہوئی، اگر آگے سے جانتے تو کیوں روتے اور کافروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی تھی، حضرت کو بہت رنج ہوا تھا، جب بہت دنوں کے بعد

خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے، کافر جھوٹے ہیں، تب حضرت کو خبر ہوئی، اگر آگے سے معلوم ہوتا تو غم کیوں ہوتا، پھر جب پیغمبروں کی یہ حالت ہے تو بھلا اولیاء کا کیا رتبہ، ہر ایک چیز کا حال جاننا آدمی کا کام نہیں، یہ اللہ کی شان ہے اور یہ جاننا چاہئے کہ ہمارے پیغمبر کے دو کام ہیں: ایک تو دنیا میں ہدایت کے، دوسرے آخرت میں گنہگاروں کی شفاعت، سوان دونوں میں بھی اللہ نے حضرت کو بالکل اختیار نہیں دیا: "اِنَّكَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد! تو ہدایت نہیں کرسکتا جس کو دوست رکھے، لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور وہی خوب جانتا ہے، جو راہ پر آویں گے۔

فائدہ: بس حضرت کا کام صرف حق بات کا بیان کر دینا تھا، اور اگر ہدایت اختیار میں ہوتی تو ابوجہل بھی مسلمان ہو جاتا: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو شفاعت کرے اللہ کے پاس، مگر اس کے حکم سے، یعنی اللہ کا حال مثل بادشاہ کے نہ سمجھنا چاہئے کہ بادشاہ جس پر غصہ ہوتا ہے تو امیر وزیر اس کو بخشا لیتے ہیں اور ہر چند اس کا جی نہ چاہے مگر ان کی خاطر کرتا ہے کیونکہ بادشاہ جانتا ہے کہ اگر میں ان کی خاطر نہ کروں گا تو امیر وزیر میرے ملک میں خلل ڈالیں گے، اور اللہ کو اپنے کام میں کسی دوسرے کی پرواہ نہیں، اس کے روبرو کیا طاقت کسی پیغمبر یا ولی کو کہ بے حکم اس کے کسی کی شفاعت کریں ہمارے حضرت بھی جب اللہ کا حکم پاویں گے تب قیامت کے دن شفاعت امت کی کریں گے، اللہ اکبر یہاں سے اللہ کی خداوندی اور جلال بوجھا جاتا ہے کہ کیسا مالک زبردست اور بے پرواہ ہے کہ کسی فرشتے یا پیغمبر کو کسی چیز کا اختیار نہیں دیا، ہر چیز اپنے اختیار میں رکھی ہے بغیر حکم ممکن نہیں کہ ایک بوند آسمان سے گرے، اس زمانے کے نادان لوگوں نے ایسا اعتقاد بیجا انبیاء، اولیاء کے ساتھ بڑھایا ہے کہ اللہ کی بڑائی اور مالکی جیسی چاہئے ویسی دلوں میں نہیں رہی، دنیا کی بھی مرادیں ان ہی سے مانگتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ہم کتنے ہی گناہ کریں گے آخرت میں بھی وہ سب بخشالیویں گے اور حقیقت حال جو تھا سو معلوم ہوا کہ پیغمبر کو بھی خود اپنی جان کا اختیار نہیں اور وہ بھی بے حکم اللہ کے نہ بخشا سکیں گے، اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ کہتے ہیں واقعی اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں لیکن اولیاء اللہ کے بندے مقبول ہیں، جس چیز کی اللہ سے طلب کرتے ہیں وہ قبول کرتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ البتہ ان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے، ہر دعا ان کی بھی نہیں قبول ہوتی، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے واسطے دعا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے دعا کی اور ہمارے حضرت علیہ السلام نے اپنے چچا ابوطالب کے واسطے دعا کی، کسی کی دعا قبول نہ ہوئی اور حکم ہوا کہ جاہل مت بنو اس مقدمے میں خلاف مرضی ہمارے دعا نہ کرو، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان کی دعا وہی مقبول ہوتی ہے جو موافق مرضی خدا کے ہے، ہر چند کہ یہ پاک لوگ ہیں مگر پھر بھی بندے ہیں کچھ ان کا اللہ پر زور نہیں کہ جو چاہیں وہی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَداً سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَایَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کہتے ہیں اللہ نے کرلیا بیٹا وہ اس لائق نہیں لیکن وہ بندے ہیں عزت والے اس سے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں۔

کافر بعضے مرتبہ پیغمبروں اور فرشتوں کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے، سو فرمایا بیٹے نہیں یہ سمجھو کہ وہ بندے ہیں مقبول اور عزت والے، لیکن یہ مقدور نہیں کہ بڑھ کر بول سکیں یا بغیر حکم کچھ کرسکیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَایَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو معلوم ہے جو ان کے آگے ہے اور ان کے پیچھے اور وہ سفارش اور شفاعت نہیں کرتے مگر اسی کی جس سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جو پیغمبر کی شفاعت کی امید رکھتا ہو اس کو لازم ہے کہ پہلے اللہ کو راضی کرے اور اللہ کی رضامندی بدون شرک چھوڑے ممکن نہیں: "وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ

نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی فرشتہ یا نبی کہے کہ میری بندگی ہے اللہ کے نیچے یعنی اللہ کے بعد میں لائق پوچنے کے ہوں، سواس کو ہم بدلہ دیں گے دوزخ، ایسا ہی ہم بدلہ دیتے ہیں بے انصافوں کو۔

مسلمانو! خیال تو کرو کہ قرآن میں فرشتوں اور پیغمبروں کا یہ حال ہے کہ اللہ سے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے جلال کے روبرو ڈرتے ہیں، بے مرضی خدا کے سفارش کسی کی نہیں کرسکتے اور اس زمانے کے جاہل مسلمان ادنی پیروں کو مالک اور مختار جان کر اپنی سب حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگتے ہیں اور اپنے پیروں کی شفاعت کی امید پر خدا کے گناہوں سے نہیں ڈرتے اور بعضے مردود جاہل پیرزادے کچھ لے کر اپنے مریدوں کے گناہ بھی بخش دیتے ہیں اور معافی کی سند بھی لکھ دیتے ہیں، خدا لعنت کرے ان لوگوں نے شیطان کے بھی کان کاٹے:

"لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَسۡتَجِيۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَىۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ ہی کا پکارنا سچ ہے، اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہ نہیں پہنچتے ان کے کام پر کچھ مگر جیسے کوئی پھیلا رہا ہو دونوں ہاتھ طرف پانی کے کہ آپہنچے اس کے منھ تک اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اور جتنی پکار ہے منکروں کی سب گمراہی ہے، یعنی اگر پیاسا کوئی دریا کے کنارے پر ہاتھ پھیلا کے پانی کو پکارے کہ اے پانی تو میرے منھ میں آجا تو وہ ہرگز نہ آسکے گا، اسی طرح جو لوگ اللہ کے سوا اور لوگوں کو پکارتے ہیں وہ بھی مدد نہیں کرسکتے ہیں، یعنی بے اختیاری میں دونوں برابر ہیں جیسے پانی کو آپ سے منھ میں گھس جانے کی قدرت نہیں، ویسے ہی اللہ کے سوا مدد کرنے کی کسی کو طاقت نہیں، سبحان اللہ کیا کیا مثالیں دے کر اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے، اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو آدمی نہیں جانور ہے:"وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ بِخَيۡرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ، وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کچھ سختی پھر اس کو کوئی نہ اٹھاوے سوا اس کے اور اگر پہنچا دے تجھ کو بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میری تکلیف دی ہوئی کوئی دور نہیں کرسکتا اور اس زمانے کے نادان لوگ مشکل کے وقت اللہ کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مدد مانگتے ہیں، کوئی حاضری حضرت عباس کی مانتا ہے، کوئی توشہ شاہ عبدالحق کا کرتا ہے، کوئی مالیدہ شامدار کا چڑھاتا ہے، اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ اللہ کے بندے ہیں، ان کا کیا مقدرو ہے کہ اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کرسکیں، ہاں بعضے صاحب ایک دو فارسی کی کتاب پڑھ کر اپنے آپ کو بڑا قابل سمجھتے ہیں، وہ یوں تقریر کرتے ہیں کہ ہم انبیاء، اولیاء سے جو مدد چاہتے ہیں سو اس سبب سے کہ بغیر سیڑھی کے بھلا کوئی کوٹھے پر چڑھ سکتا ہے یا بغیر وسیلہ امیر وزیر کے کوئی بادشاہ تک پہنچتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی بغیر سیڑھی کے کوٹھے پر چڑھنا ممکن نہیں اسی طرح بغیر حکم مانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کا ملنا ممکن نہیں اور پہلا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ چاہو، اور مرادیں نہ مانگو، اب خیال تو کرو کہ تم نے سیڑھی کو چھوڑا یا ہم نے، اور اللہ کو جو بادشاہ کے مانند سمجھے ہو سو غلط ہے، اس واسطے کہ بادشاہ ہر جگہ سارے ملک میں پہنچ نہیں سکتا ہے، ہر کسی کا مطلب آپ سن نہیں سکتا، سب ملک کا کام اکیلے نہیں کرسکتا، اس سبب سے وہ لوگوں کو کام سپرد کرتا ہے، اور خدا ان باتوں سے پاک ہے، وہ صلاح لینے میں کسی کا محتاج نہیں، ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، ہر ایک کی بات سنتا، دلوں تک کے بھید جانتا ہے، اس کو کیا پرواہ کہ کسی سے صلاح مشورہ پوچھے اور یہ کسی فرشتے یا پیغمبر کو طاقت نہیں کہ بغیر حکم کچھ بول سکیں، وہ مالک اکیلا ہے، زبردست، بڑی شان والا، نہ کوئی اس کا وزیر ہے اور نہ کوئی اس کا نائب ہے، سبحان اللہ! آپ ہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے، اس واسطے سوائے اس کے پکارنا کسی اور کو ممکن نہیں، اس طرح اگر رسول کو پکارے تو اس کو ظالم کہا ہے، یہ بڑے ظالم ہیں کہ جس پر بھی

نہیں ڈرتے:"وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذاً مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا، پھر جو تو ایسا کرے گا اس وقت گنہگار ہوگا۔

یعنی جب حکم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ اٹھتے بیٹھتے قدم پھسلتے یا رسول اللہ! یا علی! یا عبدالقادر جیلانی! یا مخدوم کہتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں سو نہ چاہئے، اس وقت مناسب ہے کہ یا اللہ کہیں، چنانچہ دوسری آیت میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:"اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ"، یعنی مسلمان لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پکارتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اور یہ کہیں نہیں فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہیں کہ جو اٹھتے بیٹھتے یا محمد، یا علی کہتے ہیں، مسلمان کو لازم ہے کہ جو اللہ ورسول کا حکم ہو اسی پر چلے اپنی طرف سے کچھ نہ نکالے، بہت خرابی اسلام میں اسی سے پڑگئی ہے کہ یہ لوگ اللہ ورسول کا حکم تو نہیں دریافت کرتے ہیں، اپنی عقل ناقص پر چلتے ہیں:"وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سجدے کرنا اللہ ہی کو لائق ہیں، سو نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی اور کو، یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو لڑکوں کی بیماری میں یا سخت مصیبتوں میں کہنے لگتے ہیں کہ یا اللہ یا حسین خبر لیجیئو، سو یہ نہیں درست ہے، یہ وقت اللہ سے مدد مانگنے کا ہے، صرف اللہ ہی سے دعا کرنا چاہئے، کیا تیرے اللہ سے کچھ کام نہیں ہوسکتا ہے جو کوئی دوسرا بھی درکار ہو، کیا بری عادت ہوگئی ہے کہ اللہ کے ساتھ بندوں کو بھی ملا دیتے ہیں، کوئی کہتا ہے اللہ ورسول تمہارا بھلا کریں، کوئی کہتا ہے اللہ تیری مدد پر رہیں، یہ مثل ہے کہ کوئی شخص تمہاری تعظیم کرکے تم کو مسند پر بٹھائے اور اسی جگہ تمہارے برابر تمہارے غلام کو بٹھائے بھلا تم خوش ہوگے، اگر کچھ عقل ہے تو اس کا مطلب سمجھو، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اِذَا سَأَلْتَ فاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو کچھ مانگنا چاہے تو اللہ سے مانگ اور جب تو مدد مانگنا چاہے تو اللہ سے مدد مانگ اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا کہ میں بڑا مقبول بندہ اور تمہارا نبی ہوں، مجھ سے بھی مدد مانگا کرو، بعضے شخص اس مقام میں شبہ کرتے ہیں کہ اگر خدا کے سوا کسی سے مدد چاہنا درست نہیں تو چاہئے کہ حاکم سے فریاد کرنا حکیم سے علاج کروانا، نوکر یا غلام سے پانی مانگنا، ہاتھ میں لاٹھی رکھنا بھی درست نہ ہو، اس واسطے کہ ان کاموں سے بھی سوائے خدا کے اور چیزوں سے مدد چاہنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان چیزوں کو ان ہی کاموں کے واسطے مقرر کیا ہے، پانی پینے کے واسطے پیدا کیا ہے اور دوائیاں بیماری کے واسطے مگر مدار و سالار کو نہیں پیدا کیا کہ لوگوں کو رزق اور بیٹے دیا کریں اور انبیاء اور اولیاء سب ان کاموں کرتے تھے، یعنی لاٹھی بھی ہاتھ میں رکھتے تھے اور علاج بھی کرتے تھے اور حق تعالیٰ نے ہم کو بھی ان کاموں سے منع نہیں فرمایا، غرضیکہ استعانت اور مدد مانگنا اسی طرح کا منع ہے کہ جس میں شرک لازم آوے اور نوبت نذر و نیاز کرنے اور منت ماننے کی پہنچے:"وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْباً مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور ٹھہراتے ہیں ایسوں کو خبر نہیں رکھتے ہیں ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے، قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے، ان کو یہ فرمایا جو اپنے کھیت میں، جانوروں میں سوداگری میں اللہ کے سوا کسی کی نذر و نیاز ٹھہراتے تھے جیسے آگے کے لوگ تھے ویسے اب بھی ہیں جانوروں میں سید احمد کبیر کی گائے، شیخ سدو کا بکرا، شاہ مدار کی مرغی، کھیت اور سوداگری میں سے چٹکی، حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی اور شاہ مدار کی نکالتے ہیں اور پیسہ امام ضامن کا باندھتے ہیں، سو فرمایا یہ سب اللہ کا مال ہے، اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں، اس کے بدون حکم کسی کا حصہ اپنی طرف سے نہ ٹھہراؤ، ہاں یہ البتہ درست ہے کہ اس کو اللہ کی نذر کرو، اس کا ثواب جو تم کو ملتا سو ان کی روح کو بخش دو، لیکن نام ٹھہرا دینا کہ یہ چیز فلانے بزرگ کی ہے، یہی منع ہے۔

❀❀❀

فکرونظر

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مولانا محمد الیاس ندوی جنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن اکیڈمی، بھٹکل

دل دہلادینے والا واقعہ:

واقعہ ماضی بعید یا ماضی قریب کا نہیں بلکہ صرف چند سال پہلے کا ہے، غیروں سے متعلق نہیں بلکہ اپنوں اور ایمانی بھائیوں کا ہے، پرانے زمانے کے جاہلوں کا نہیں بلکہ اس ترقی یافتہ سمجھے جانے والے زمانہ کے پڑھے لکھے گھرانوں کا ہے، قصہ اتنا ہلکا بھی نہیں کہ اس کو سن کر نظر انداز کردیا جائے بلکہ کمزور سے کمزور ایمان والوں کے دلوں کو دہلا دینے اور ہوش اڑانے والا ہے۔

جامعہ کے مہتمم مولانا عبدالباری صاحب ندوی کے ساتھ ہم جامعہ کے اساتذہ کا ایک وفد ایک دورہ سے واپسی میں منگلور سے کچھ دور دھرمستلہ مندر کے پجاری ڈاکٹر ویریندر ہیگڈے سے ملنے کے لیے گیا تاکہ بھٹکل میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی صدارت میں ہونے والے کامیاب وعظیم الشان تاریخی جلسہ پیام انسانیت میں ان کی شرکت اور ملک میں بھائی چارگی وانسانیت کے موضوع پر ان کی مؤثر تقریر پر ان کا شکریہ ادا کیا جائے، پورے ملک میں دھرمستلہ کا یہ تاریخی مندر بڑی اہمیت کا حامل ہے، ملک کے اکثر صدور ووزراء عظم یہاں آتے ہیں، دس ہزار سے زائد لوگوں کے بیک وقت روزانہ مفت کھانے کا ان کے یہاں انتظام ہوتا ہے، صفائی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، مندر میں ڈالے جانے والے صرف نذرانوں سے انہوں نے مندر ٹرسٹ کے تحت لاکھوں طلباء کی تعلیم کا نظم کیا ہے، صوبہ بھر میں ان کے درجنوں تعلیمی ادارے پھیلے ہوئے ہیں، انجینئرنگ اور میڈیکل کالج تک کا انہوں نے اپنی قوم کے لیے انتظام کیا ہے، ہماری درگاہوں میں ڈالے جانے والے نذرانوں وعطیات کے متولیوں وذمہ داروں کو ان سے سبق سیکھنا چاہیے۔

الغرض ڈاکٹر ویریندر ہیگڈے صبح مقررہ وقت پر اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ کر آنے والے ہزاروں عقیدت مندوں کو دور سے ہی صرف اپنے دیدار کا موقع دیتے ہیں، ہم لوگوں نے اپنے آنے کی جب ان کو اطلاع دی تو انہوں نے ہمیں استقبالیہ میں اکرام سے بٹھایا اور خود ہم سے ملنے جلد فارغ ہوکر ہماری نشست گاہ میں آگئے، تقریباً آدھ گھنٹے تک بے تکلف گفتگو کرتے رہے، مفکر اسلام سے بھٹکل میں اپنی ملاقات اور اس آخری عمر میں بھی ان کی ملک ووطن کے لیے محبت وفکرمندی پر اپنی غیر معمولی مسرت بلکہ حیرت کا اظہار کیا، باتوں باتوں میں ہم مسلمانوں سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارے یہاں سے غریبوں کی مدد کا سلسلہ زمانہ دراز سے جاری ہے، اس سے بڑی تعداد میں مسلمان گھرانے بھی فائدہ اٹھارہے ہیں جس میں بڑی تعداد برقعہ پوش مسلم خواتین کی بھی ہے، ہم نے پوچھا کہ اس کا کیا طریقہ ہے، کہنے لگے ایک فارم دیا جاتا ہے جس میں مدد طلب کرنے والا منجوناتھ سوامی بت کی قسم کھا کر اس سے مدد طلب کرتے ہوئے اس کو مخاطب کرتا ہے اور اپنی ضروریات وحاجات کو پورا کرنے کی اس سے درخواست کرتا ہے، یہ سننا تھا کہ ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے، ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، پیروں تلے زمین کھسکنے لگی، ہم جب شہر آئے اور اپنے احباب میں اس ناقابل یقین ایمان سوز واقعہ کا ذکر کیا تو ہمارے ایک ساتھی نے اس سے زیادہ دل دہلا دینے والے ایک اور حادثہ کا ذکر کرکے ہمارے ہوش اڑا دیئے، اس نے بتایا کہ شہر سے سو کلومیٹر کے فاصلہ پر لکشمی شور مندر میں کچھ دن پہلے ایک نہایت دیندار، متدین

اور پنج وقتہ نمازی شخص کو دیکھا گیا جو اپنے گھریلو مسائل و الجھنوں میں مبتلا ہوکر عملیات کے چکر میں ازالہ سحر کے خاطر وہاں علاج کے لیے پہنچ گیا تھا، جہاں کا معمول یہ ہے کہ ہر آنے والے شخص کو مندر میں موجود بت کے طواف کرانے کے بعد ہی اس کی گذارشات ومعروضات کو سنا جاتا ہے، اس اللہ کے بندہ سے بھی یہ عمل کرایا گیا، انھوں نے بتایا کہ مسلم خاندانوں کا لکشمی شور جانے کا سلسلہ زور وشور سے کئی مہینوں سے جاری ہے۔

دونوں واقعات کے محرکات:

حدیث شریف میں آتا ہے فقر بُری بلا ہے، کبھی انسان کو تنگدستی کی حالت کفر تک بھی پہنچا دیتی ہے، پہلے واقعہ میں کچھ یہی معاملہ تھا، ان مسلم گھرانوں کو مالی مشکلات اور فقر وفاقہ نے دھرمستلہ مندر جاکر شاید اس کفریہ عمل کو کرنے پر مجبور کردیا تھا، دوسرے واقعہ میں گھریلو مسائل، ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں نے ان اللہ کے بھولے بھالے بندوں کو شرکیہ کام کرنے پر آمادہ کردیا تھا لیکن حدیث شریف میں جس فقر کا ذکر ہے وہ موت تک پہنچانے والا فقر ہے، جان لیوا تنگدستی ہے، اس زمانہ میں ہمارے معاشرہ میں کم از کم کوئی ایسا تنگدست نہیں ہے جس کو فاقہ کشی میں جان بچانے کے لیے یہ کفریہ عمل کرنا پڑتا ہو، بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرنے والے اب دیکھنے کو ہی نہیں بلکہ سننے کو بھی نہیں ملتے، اسی طرح جن مسائل ومشکلات اور ذہنی الجھنوں وگھریلو پریشانیوں سے تنگ آکر غیر اسلامی عملیات اور شرکیہ کاموں کو ذریعہ بنا کر اس کے ازالہ کی کوشش کی جاتی ہے اس کا تعلق بھی زیادہ تر توہمات سے ہوتا ہے اور توہم ایک ایسا مرض ہے جس کا دنیا میں کہیں کوئی علاج نہیں، سحر، جادو اور باہری اثر کی باربار رٹ نے ہماری موجودہ سوسائٹی میں انسانوں کی توجہات کو امراض جسمانی کے اصل حقائق، اور اس کے اصل محرکات پر توجہ مبذول کرنے سے اچھے اچھوں کو روک دیا ہے، ہمارا یہ حال ہے کہ دعوت میں تیز مرچوں والا مصالحہ دار اور ہضم نہ ہونے والا کھانا پیٹ پھولنے تک نہیں بلکہ سانس پھولنے تک کھائیں گے، اس کے بعد دست اور اجابت کی شکایت ہوگی اور ایک آدھ دن میں افاقہ نہیں ہوگا تو تیسرے دن مریض یا اس کے گھر والے یا اس سے ملنے والے اس کو مشورہ دیں گے کہ یہ شاید باہر کا اثر ہے، کسی اچھے عامل سے جانچ لیں، بیٹی گھر میں بن بیاہی بیٹھی ہے، شادی طئے نہیں ہورہی ہے، 6/8 ماہ بعد کوشش میں ناکامی کے بعد ہی شور مچنے لگتا ہے کہ کسی نے بندش کردی ہے، جہاں بھی جاتے ہیں لوگ بچی کو پسند کرتے ہیں، لیکن عین موقع پر انکار کردیتے ہیں، نظر اس پر نہیں جاتی کہ باپ یا بھائیوں میں سے کوئی شہر بھر میں اپنی کسی حرکت کی وجہ سے بدنام ہے، اسی لیے اس گھر سے بچی کو اپنے یہاں لوگ لے آنا نہیں چاہتے، بچہ شہر سے باہر یا بیرون ملک جاکر نوکری کی تلاش میں 6/7 ماہ سے کوشش کررہا ہے لیکن کہیں ملازمت نہیں مل رہی ہے، دل میں فوراً بات آتی ہے کہ شاید کسی نے نوکری نہ ملنے کے لیے سحر کردیا ہے، اس کا استحضار نہیں رہتا کہ ہمارا بچہ اپنے پچھلے کسی کرتوت کی وجہ سے اچھی نظروں سے دیکھا نہیں جارہا ہے، اس لیے اس کو کوئی اپنے یہاں ملازمت دینا پسند نہیں کرتا، ایک صاحب نے تو حد کردی، ان کی بچی غلط صحبت اور بے جالاڈ پیار کی وجہ سے بگڑ گئی اور ایک دن اپنے دوست کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی، اس موقع پر اس باپ کو اپنی بچی کو یہ پیغام دینا چاہیے تھا کہ کل سے میرے گھر میں تمہارا داخلہ بند، بدنامی کے اس داغ کے ساتھ میرے گھر واپس نہ آنا، اس کے بجائے وہ صاحب سب سے کہتے پھرتے رہے کہ میری بچی پر کسی نے سحر کردیا اس لئے وہ گھر سے دوست کے ساتھ بھاگ گئی، دودن تک بخار نہیں اترا تو تیسرے دن شبہ ہونے لگتا ہے کہ کسی عامل سے معلوم کرنا چاہیے کہ کہیں سحر کا اثر تو نہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ملیریا، فلو اور ٹائیفیڈ 6/7 دن تک جانے کا نام نہیں لیتے ہیں، بداحتیاطی سے کبھی جانے والا بخار پھر واپس آتا ہے اور یہ سلسلہ ہفتوں تک جاری رہتا ہے، ان سب پر اب ہماری نظر نہیں رہتی، فوراً دل ہی میں نہیں بلکہ زبان پر بات آجاتی ہے کہ باہر کا اثر ہے، شاید سحر ہوگیا ہے، آج کل بعض معالج اور ڈاکٹر بھی اپنی

کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے ان کی دواؤں پر جلد صحت یاب نہ ہونے پر کہہ دیتے ہیں کہ بیرونی اثر ہے، بیماری کچھ بھی نہیں، کسی عامل سے رجوع کرلیں تو بہتر ہے، اب تو حد ہوگئی، کینسر قدیم اور مہلک مرض ہے جو کسی سبب کے بغیر بھی کسی کو بھی آسانی سے آدبوچتا ہے، گذشتہ 4/5 سالوں میں کئی اعلی سطح کے دیندار لوگوں کو دیکھا گیا کہ ان کو اس بیماری کے لاحق ہونے اور اس کا پتہ چلنے کے بعد اعلان کردیا گیا کہ سحر کے ذریعہ اس بیماری میں ان کو مبتلا کردیا گیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ علاج سے توجہ ہٹ گئی اور پوری توجہ سحر کے توڑ پر ہوگئی اور دیکھتے دیکھتے یہ سب اللہ کو پیارے ہوگئے۔

سحر کی شرعی حقیقت:

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر یعنی جادو اپنی حقیقت رکھتا ہے، ہر ایک کے لیے حتی کہ انبیاء ورسولوں کے بھی ذاتی دشمن اللہ نے پیدا کئے جو ان کو جسمانی یا روحانی طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے، کسی سے حسد، کینہ، بغض انسانی فطرت میں داخل ہے، کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھنا کم ظرف انسانوں کا نفسیاتی مرض ہے، آپ کی نیک نامی ہورہی ہے، معاشرہ میں آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے، اللہ تعالی آپ کو مالی، دینی اور سماجی ترقیات سے نواز رہے ہیں، آپ کی شہرت بامِ عروج کو پہنچ رہی ہے، ہر جگہ آپ کا چرچہ ہورہا ہے، اس پر آپ کا کوئی رشتہ دار، ساتھی، دوست یا آس پاس رہنے والا کوئی بھی کینہ پرور شخص دل ہی دل میں کڑھنے لگتا ہے، اس پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے کم از کم اس سے تو ختم ہوجائے، اس کے لیے وہ جان توڑ کوشش بھی کرتا ہے اور آخر میں سحر سے بھی مدد لیتا ہے جس میں شیاطین اور بدکردار جنات سے وہ تعاون لیتا ہے، یہ عمل پچھلی اقوام میں یہودیوں میں سب سے زیادہ تھا، حسد کے میدان میں ان کو امامت کا درجہ حاصل تھا اور آج بھی ہے، حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں سحر کے اس عمل کو عروج حاصل ہوا، اس لیے کہ اس زمانہ میں جنات پر بھی ان کی حکومت تھی اور وہ ان کے لیے مسخر کردیئے گئے تھے، لیکن ایک سچے مؤمن کا عقیدہ اور اس کے ایمان کا جزء یہ ہے کہ وہ یہ یقین کامل رکھے کہ سحر بھی اللہ تعالی کی اجازت کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَمَاهُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه" کہ سحر کے ذریعہ بھی کوئی اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

شاید آپ کو یقین نہ آئے:

ایک عامل سے ہم نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ کے پاس علاج معالجہ کے لیے آنے والے مایوس نہیں جاتے، کہنے لگے کیا مطلب؟ میں نے کہا کوئی ایسا شخص آپ بتا سکتے ہیں کہ جس نے سحر کے شبہ میں آپ سے رجوع کیا ہو اور آپ نے یہ کہہ کر ان کو واپس کیا ہو کہ تم پر کوئی سحر کا اثر نہیں، تم ٹھیک ہو، کہنے لگے کہ نفسیاتی طور پر ایسا کہنے سے ان کا ہم پر اعتماد اٹھ جائے گا اور وہ پھر کسی اور سے رجوع کرکے علاج کرائے گا، اس لیے ہم مجبوراً ان کو ایسا کہتے ہیں اور سحر وباہر کا اثر کہہ کر ان کا علاج کرتے ہیں۔

دلچسپ واقعہ:

اس موقع پر ایک دلچسپ واقعہ یاد آگیا، ایک صاحب کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ان پر سحر کا اثر ہے، ان کو ایک عالم دین کے متعلق کسی نے بتایا کہ تم ان سے رجوع کرو اور ان سے تعویذ لو، وہ انکار کریں گے پھر بھی تم اصرار سے ان سے چپکے رہنا، جب تک تعویذ نہ دیں نہ لوٹنا، وہ صاحب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے صاف انکار کردیا کہ میں نے آج تک یہ کام نہیں کیا اور مجھے یہ عمل آتا بھی نہیں، وہ صاحب کسی صورت ان سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھے اور ہر حال میں تعویذ لے کر ہی جانے کے عزمِ مصمم پر قائم تھے، بالآخر انہوں نے ایک پرچی منگوائی، اس پر کچھ لکھا اور اس کو بند کرکے تعویذ کی شکل میں ان کے حوالہ کرکے ان سے کہا اس کو ایک ہفتہ تک ہاتھ پر باندھ کر رکھنا، نہ خود کھولنا اور نہ کسی کو دیکھنے دینا، اگر ایسا کیا تو الٹا اس کا اثر ہوگا، ایک ہفتہ بعد آکر مجھ سے ملنا اور بتانا کہ کیا صورت حال ہے، وہ

صاحب خوش ہوئے، ایک ہفتہ بعد لوٹے اور کہنے لگے، مولانا! آپ کی تعویذ بڑی مؤثر تھی، سحر ختم ہوا اور میں اچھا ہو گیا، انھوں نے اسی وقت ان کی تعویذ نکال کر کھول کر اس میں موجود الفاظ ان کو سنائے، اس میں لکھا تھا، اے اللہ! یہ تیرا بندہ میرے پاس سے واپس جاتا نہیں اور میں تعویذ دیتا نہیں اور مجھے یہ کام آتا نہیں، اے اللہ! تو ہی اس سے نپٹ لے'' وہ صاحب یہ مضمون دیکھ کر منہ تکتے رہ گئے، عالم دین نے کہا کہ آپ نفسیاتی مریض تھے، آپ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میرا علاج فلاں سے ہی ہوگا، آپ کے گمان کے مطابق جب میں نے علاج شروع کیا تو آپ کا مرض بھی زائل ہو گیا، کاش وہ بندہ ان کے بجائے اللہ تعالی سے ہی اسی یقین کے ساتھ مانگتا تو اس کا ایمان بھی بچتا اور علاج بھی ہوتا۔

عملیات میں شرکیہ عمل کا ارتکاب:

اکثر تعویذوں کو کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شرکیہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں، غیر اللہ کو مخاطب کر کے ان سے مدد طلب کی جاتی ہے، اولیاء اللہ، بزرگان دین اور فرشتوں کے نام اس میں درج ہوتے ہیں، آج کل کاروبار میں برکت کے لیے دکانوں اور آفیس وغیرہ میں فریم کے اندر جو الفاظ درج ہوتے ہیں اس پر غور کریں تو کمزور صاحب ایمان کا بھی خون کھولنے لگتا ہے، لکھا ہوتا ہے یا جبریل یا میکائیل المدد المدد، ایک صاحب کو دیکھا صبح دوکان کھلتے ہی جیب سے ایک پرچی نکالی، اس کو کچھ دیر تک دیکھتے رہے پھر اس کو جیب میں رکھ دیا، میں نے اصرار کے ساتھ وہ پرچی لے کر دیکھی تو اس میں لکھا تھا، دوکان وکاروبار میں برکت کے لیے صبح دوکان کھلتے ہی ان الفاظ کو دیکھیں، نیچے تحریر یہ تھی (کھیعص، یسٓ، طٰہ، الٓمٓ وغیرہ) کچھ دنوں کے بعد پھر ان کے یہاں جانا ہوا، اس کاغذ کو انہوں نے اب فریم بنوا کر اپنے ٹیبل کے اوپر لٹکا دیا تھا۔

ایمان صرف اللہ تعالی کے ایک ماننے کا نام نہیں:

کیا غیر اللہ کے علاوہ کسی نبی یا رسول یا فرشتے کے ہاتھ میں نفع نقصان کی قدرت ہے؟ کیا اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی مخلوقات کی پکار سن سکتا ہے؟ کیا سمیع وبصیر رب العزت کے علاوہ کسی کے پاس انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کی قدرت ہے؟ اگر ہم نے بھی غیر اللہ کو نافع وضارّ سمجھ لیا تو غیروں میں اور ہم میں فرق کیا رہ جاتا ہے؟ اگر ہم نے بھی کسی رسول یا نبی یا فرشتہ وبزرگ کو پکار کر یہ سمجھ لیا کہ وہ ہماری حاجتوں کو پورا کر سکتے ہیں تو یہود ونصاری اور ہم میں کیا امتیاز رہ جاتا ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا ہے کہ شرک صرف مندر میں جا کر گھنٹی بجانے ہی کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالی کے متعلق اس کی قدرتوں واختیارات کے منافی غلط خیالات کے آنے کا نام بھی کفر وشرک ہے، ہم اپنی اولاد کو نواقض وضو، مبطلات صلاۃ، نواقض غسل تو یاد کراتے ہیں لیکن نواقض ایمان اور مبطلات اسلام سے باخبر نہیں کرتے، ایمان صرف اللہ رب العزت کو ایک ماننے کا نام نہیں بلکہ اس کی تمام صفات وکمالات اور قدرتوں کے ساتھ اس کو قادر ومالک ماننے کا نام ہے، ایمان کا ایک حصہ تقدیر پر ایمان لانا بھی ہے، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا، تقدیر کا مطلب ہے کہ ہمیں جو بھی نفع ونقصان پہنچنے والا ہے اس کا ہمارے علیم وخبیر رب کو پہلے سے علم ہے اور یہ سب اسی کے حکم سے ہوتا ہے، تقدیر پر ایمان کا حق یہ ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہو کہ کوئی شخص ذرہ برابر نقصان ہمارے رب کی اجازت ومنشاء کے بغیر ہمیں نہیں پہنچا سکتا "قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا" ساری دنیا مل کر ہمیں تکلیف دینا چاہے تو بھی کوئی تکلیف نہیں دے سکتی الا یہ کہ اللہ رب العزت کا حکم ہو، عزت وذلت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، جو مصائب، مسائل اور تکالیف آتی ہیں اس کو وہ ہمارے رب نے ہمیں پیدا کرنے سے پہلے ہی ہمارے لیے مقدر کر دیا ہے، اگر ہم گناہ گار ہیں تو اس سے ہمیں ان آزمائشوں سے متنبہ کر کے ہمیں اپنے سے رجوع کرنے اور سنبھلنے کا موقع اللہ دینا چاہتا ہے، اگر ہم نیک ہیں تو اس پر صبر کروا کر ہمارے درجات وہ بلند کرنا چاہتا ہے۔

پھراس کا شرعی حل کیا ھے:

اللہ تعالی نے اس گندہ عمل یعنی سحر کا توڑ بھی اہل ایمان کو بتادیا ہے، مدینہ کے یہودیوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے سحر کا سہارا لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا ہلکا سا اثر ظاہر بھی ہوا لیکن آپ کو فوراً متنبہ بھی کردیا گیا اور اس کے توڑ کے لیے قرآن مجید کی دوسورتیں معوذتین کی یعنی ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' اتاری گئی، جیسے ہی یہ سورتیں نازل ہوئیں، آپ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور آپ پر سے سحر کا پورا اثر ختم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بندہ اس کو صبح شام تین تین دفعہ پڑھے گا اس کو صبح پڑھنے پر شام تک اور شام کو پڑھنے پر صبح تک اللہ تعالی سحر اور ہر طرح کی بلیات و آزمائشوں سے محفوظ رکھیں گے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سے ہر طرح کے مصائب سے حفاظت کے وعدے کے باوجود یہ دونوں معوذتین کی سورتیں نہ صرف صبح شام تین تین مرتبہ بلکہ رات کو سوتے وقت بھی تین دفعہ اور ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ پڑھنے کا معمول رکھتے تھے، اس ارشاد نبوی کے بعد صحابہ کرام کا معمول بن گیا کہ بیماروں اور بچوں پر جو اس کو پڑھ نہیں سکتے تھے پڑھ کر دم کرتے، تاریخ اسلامی میں ایسے سینکڑوں واقعات پیش آئے کہ جنہوں نے ان سورتوں کو پڑھنے کی پابندی کی، ہزار کوششوں کے باوجود ان پر سحر کا اثر نہیں ہوسکا۔

جامعہ میں پڑھنے کے ابتدائی زمانہ میں مصلح امت شاہ ابرار الحق صاحبؒ نے ہم طلباء سے خطاب کرتے ہوئے اس کی تاکید کی تھی کہ عزیز طلباء! آپ سب تین تین دفعہ صبح شام معوذتین یعنی سورہ ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' پڑھنے کا معمول رکھیں، اللہ تعالی آپ کو ہر قسم کی تکلیفوں بالخصوص سحر وحسد کے اثرات سے محفوظ رکھیں گے، جامعہ کے ایک سابق طالب علم پر سحر کا اثر ہوا، وہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہتا تھا، میں نے ہردوئی حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری پر اس طالب علم کے لیے دعا کی درخواست کی، تو مولانا نے پوچھا کہ کیا وہ معوذتین پابندی سے نہیں پڑھتے تھے؟ اگر اس کا معمول رکھتے تو انھیں یہ دن دیکھنے نہیں پڑتے، ان سے کہئے کہ روزانہ اس کا معمول رکھیں انہوں نے اس کا معمول شروع کیا تو سحر کا اثر بھی الحمدللہ ختم ہوگیا۔

بچوں کو نظر لگنا تو عام بات ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ نظر کا لگنا حق ہے، بچوں ہی کو نہیں بڑوں کو بھی بعض اوقات نظر لگ جاتی ہے، اچھی حالت میں دیکھ کر کسی کی اس پر نگاہ پڑجاتی ہے تو اس کا الٹا اثر ظاہر ہوتا ہے، وہ بیمار ہوجاتا ہے یا بجھا بجھا سا رہنے لگتا ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی چہیتی صاحب زادی حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لاتے تو اپنے ننھے منے نواسوں حسن وحسین کو بلاکر یہ کلمات پڑھ کر ان پر دم فرماتے کہ میں اللہ تعالی کے تمام کلمات کے واسطہ سے شیطان، بری چیز اور نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں: "اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَۃ، مِنْ کُلِّ شَیْطَان وَشَرِّ ھَامَّۃ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ"۔

ایک شخص نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے رات بچھو نے ڈس لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے شام کو یہ دعا کیوں نہ پڑھی کہ میں اللہ سے اس کے مخلوق کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم یہ دعا پڑھتے تو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی: "اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِمَاخَلَق" صبح شام یہ کہے کہ اللہ کی نام کی برکت سے اس کی اجازت کے بغیر زمین وآسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاسکتی اور وہی تنہا سننے اور جاننے والا ہے، اس کو ہر تکلیف سے محفوظ رکھا جاتا ہے "بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّمَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِیْ الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم"، حضرت عثمان کے صاحبزادے حضرت ابان کا معمول روزانہ اس دعا کے پڑھنے کا تھا، ایک دن ان پر فالج کا اثر ہوا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس دن یہ دعا نہیں پڑھی تھی، حضرت ابوسعید اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاد میں گئے ہوئے تھے، وہاں ایک قبیلہ پر سے گذر ہوا جن کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا تھا، ان کی

درخواست پر انہوں نے یہ سوچ کر کہ پورا قرآن شفا ہے اور سورہ فاتحہ اس کا خلاصہ ہے، صرف سورہ فاتحہ سات مرتبہ پڑھ کر اس سردار پر دم کر دیا اور وہ شخص اسی وقت شفایاب ہو گیا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے فضل سے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل فرمائیں گے اور ان میں سر فہرست وہ لوگ ہوں گے جو تعویذ گنڈوں پر یقین نہیں رکھتے، بلکہ ہر تکلیف اور بیماری میں بھی اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہ اور اس طرح کے دسیوں قرآنی دعائیں اور نبوی اذکار و اوراد جس سے ہر طرح کی آزمائشوں سے اللہ پاک اس کا ورد رکھنے والوں کو محفوظ رکھتے ہیں، ہمارا المیہ یہ ہے کہ جب ہم بیماریوں، مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کے ازالہ کے لیے ہر طرح کا علاج کرتے ہیں، لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات بے بسی اور مایوسی کے عالم میں غیر شعوری طور پر شرکیہ عمل و علاج سے بھی دریغ نہیں کرتے، لیکن بیماری اور شفا کے تنہا مالک رب العالمین کی طرف سے بتائی گئی پیش بندی کرنے والی ان مؤثر و مجرب دعاؤں، اذکار و اوراد اور پیشگی بتائے گئے اس قرآنی و نبوی مفت علاج کی طرف ہمارا ذہن نہیں جاتا جس سے صحت و عافیت اور مسائل و مصائب سے حفاظت کے ساتھ ایمان کی بھی سلامتی کی ضمانت ہوتی ہے، کاش اس پر ہم توجہ دیتے اور اپنے روزانہ کے معمولات میں چند منٹ نکال کر ان قرآنی و مسنون دعاؤں کو شامل کرتے تو ہمیں وہ بہت سارے دل دہلانے والے معاشرے میں روز پیش آنے والے شرکیہ واقعات کو سننے سے بھی نجات ملتی۔

❁❁❁❁❁

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اھم تصانیف

۱-مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۲۰ روپے
۲-بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰ روپے
۳-جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۵ روپے
۴-ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰ روپے
۵-رہنمائے سلوک و طریقت ۲۰ روپے
۶-مراجع الفقہ الحنفی و میزاتہا ۱۰ روپے
۷-الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا و احکامہا ۳۰ روپے
۸-التدخین بین الشرع والطب ۲۰ روپے
۹-حیات عبد الرشید ۲۰۰ روپے
۱۰-سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ ۱۰۰ روپے
۱۱-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ ۱۰۰ روپے
۱۲-تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ ۱۰ روپے
۱۳-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندوی ۱۰ روپے
۱۴-تذکرہ حضرت مدنی ۱۰ روپے
۱۵-چند مایہ ناز اسلاف قدیم و جدید ۱۵۰ روپے
۱۶-مقالات و مشاہدات ۳۰ روپے
۱۷-مکتوبات اکابر ۳۰ روپے
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب و اصول ۱۰ روپے
۱۹-افکار دل (۳۰ تقریروں کا مجموعہ) ۱۰۰ روپے
۲۰-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری ۲۰۰ روپے
۲۱-مدارس کا نظام تحلیل و تجزیہ ۲۰ روپے
۲۲-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ روپے
۲۳-میری والدہ مرحومہ (نقوش و تأثرات) ۱۵ روپے
۲۴-قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت ۱۰ روپے
۲۵-لڑکیوں کی اصلاح و تربیت ۱۵ روپے
۲۶-تذکرہ حضرت حافظ عبد الرشید رائے پوری ۱۰ روپے
۲۷-نقوش حیات حضرت مولانا عبد الرحیم متالا ۲۰۰ روپے
۲۸-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری ۲۵ روپے
۲۹-تصوف اور اکابر دیوبند ۲۰ روپے
۳۰-امامت کے احکام و مسائل ۱۰۰ روپے
۳۱-فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات ۱۰ روپے
۳۲-Rules of Raising Funds ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

استقبالیہ

حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی

خلیفہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ

کی مرکز میں تشریف آوری

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

تمہید:

ہریانہ، پنجاب اور ہماچل کا علاقہ جو سن سینتالیس میں دینی وعلمی مراکز اور مسلمانوں سے بالکل خالی ہو چکا تھا، خدا کے فضل وکرم سے اب علماء کرام کی محنتوں اور کوششوں سے سرسبز وشاداب ہو رہا ہے، جہاں پر دور دور تک اسلام کا نام لینے والا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، اب وہاں پر الحمدللہ اسلام کے متوالے نظر آ رہے ہیں اور دینی ودعوتی مراکز قائم کئے جا رہے ہیں، جس سے دن بدن اسلام کی قندیلیں روشن ہو رہی ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کی بازیافت ہو رہی ہے، یہ سب بزرگوں کی محنتوں اور علماء کرام کی کوششوں کا نتیجہ ہے، انہی علماء کرام میں سے ایک اہم شخصیت جناب حضرت مولانا ظریف احمد صاحب ندوی مدظلہ العالی کی ہے، جن کی ذات گرامی سے ہریانہ، پنجاب اور ہماچل کے علاقہ میں دین اسلام کی ایسی باد بہاری چلی کہ ان کی محنتوں سے الحمدللہ اس علاقہ میں آٹھ سو سے زائد مسجدیں تعمیر ہو چکیں، مزید مساجد ومدارس کی تعمیر کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، مولانا موصوف کلید بردار کعبہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خلیفہ خاص اور قطر میں ایک اعلی عہدے پر فائز ہیں، جہاں وہ وزارۃ الاوقاف کے شعبہ ''دعوۃ وارشاد'' میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مرکز کے روح رواں کا آپ سے تعلق وہمدردی:

مولانا ظریف احمد صاحب اس وقت ہندوستان میں اپنے وطن مالوف جگادھری آئے ہوئے تھے، جہاں انہوں نے ایک دینی، دعوتی، تربیتی اور تعلیمی ادارہ ''معہد الرشید الاسلامی'' کے نام سے قائم کیا ہے، ہمارے مرکز کے روح رواں مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی حفظہ اللہ کا رمضان سے قبل قطر کا سفر ہوا، وہاں حضرت مولانا سے مفتی صاحب کی ملاقات ہوئی، حضرت مولانا نے اکرام کیا، اور اپنے گھر پر دعوت دی، ضیافت کی اور روحانی ضیافت اس طرح کی کہ مفتی صاحب کو چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت سے نوازا، اس روحانی تعلق کی وجہ سے نیز اس وجہ سے کہ مفتی صاحب کے والد محترم جناب حافظ عبدالستار صاحب عزیزی حضرت مولانا کے استاد محترم بھی ہیں، اس لئے یہ تعلق دوگونہ ہو گیا، جس کی وجہ سے مفتی صاحب یکم محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۶ ؍اکتوبر ۲۰۱۴ء کو جگادھری حضرت مولانا کے پاس گئے، حضرت مولانا نے بڑا اکرام کیا اور اپنے ادارہ کے تمام شعبہ جات کا معائنہ کرایا، اس وقت حضرت مولانا کو مرکز میں آنے کی دعوت دی گئی، چنانچہ حضرت مولانا ظریف صاحب ۳ ؍نومبر ۲۰۱۴ء پیر کے دن پونے بارہ بجے مظفر آباد رونق افروز ہوئے، مولانا کا والہانہ استقبال کیا گیا۔

مولانا ظریف احمد صاحب جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں:

مولانا ظریف احمد صاحب سب سے پہلے مرکز کے ادارہ ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں تشریف لے گئے، جہاں بخاری شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے، وہاں جامعہ کا معائنہ کیا اور بچیوں سے قرآن پاک کی تلاوت سن کر خوشی کا اظہار کیا، پھر بچیوں کو نصیحت فرمائی اور فرمایا: کہ ''میری پیاری بچیوں! اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے، اس لئے ولی اور نیک بننے کی کوشش کریں، اللہ کے یہاں ولی کی بہت بڑی قدر اور اہمیت ہے، جب تم نیک بن

جاؤ گی اور ولی بن جاؤ گی تو تم جہاں کہیں جاؤ گی تمہاری تعریف ہوگی، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمہاری گود میں جو بچہ ہوگا، اس کی تعلیم وتربیت بھی اچھی ہوگی، کیونکہ ماں کی گود ہی سب سے پہلا مدرسہ ہے، مزید فرمایا کہ: حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کعکیؒ کی والدہ کھانے سے پہلے (خواجہ صاحب جب بچے تھے) کہتی تھی کہ بھائی نماز پڑھ لو اور اللہ سے کھانا مانگو، اور کھانا الماری میں رکھ دیتی کہ اللہ دے گا، پھر وہ بچہ نماز پڑھ کر الماری سے کھانا لیکر کھالیتا، ایک مرتبہ وہ کہیں چلی گئیں، بچہ مدرسہ سے آیا، ماں کو فکر ہوئی کہ یا اللہ! میرے بچہ کا عقیدہ آج خراب ہوجائے گا، تو بس اس کی لاج رکھ لے، چنانچہ جب وہ آئی، دیکھا کہ بچہ سورہا ہے، پوچھا بیٹا کھانا کھالیا، کہاہاں اماں جان! الماری سے لیکر کھالیا اور آج تو بڑا ہی مزہ آیا، مولانا نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ذات سے سات لاکھ سے زائد لوگ مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ سے زائد مسلمان ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے مریدوں سے کہا کہ آپ لوگ کمرہ سے باہر ہوجاؤ، چنانچہ وہ لوگ کمرہ سے باہر ہوگئے اور آپ کا انتقال ہوگیا، جب مرید لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ آپ کا انتقال ہوگیا اور آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا: ''قَدْمَاتَ حَبِیْبُ اللّٰہِ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ'' کہ اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں فوت ہوگیا، مولانا نے فرمایا کہ پیاری بچیوں ان بزرگوں کے کردار کی تعمیر وتشکیل میں عورتوں ہی کا ہاتھ ہے۔

مولانا ظریف احمد صاحب جامعۃ الامام ابی الحسن میں:

مولانا موصوف ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' سے فارغ ہونے کے بعد مرکز کے دوسرے شعبہ ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' میں تشریف لائے، جہاں پر قرب وجوار کے بہت سے علماء کرام اور عمائدین حضرات تشریف فرما تھے، سبھوں نے مولانا کا پرتپاک استقبال کیا، اس کے بعد مرکز کی جامع مسجد میں ایک استقبالیہ پروگرام منعقد ہوا جس میں مرکز کے اساتذہ اور طلباء کے علاوہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے سابق نائب مہتمم اور ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے رکن رکین جناب حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مجاہد پوری اور مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ پٹلو کر کے مہتمم مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی جیسی مقتدر شخصیتیں موجود تھیں، پروگرام کے آغاز میں مرکز کے روح رواں مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے مولانا کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: ''کہ مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی، ندوی ثم مدنی ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں جو ایک عرصے سے قطر میں دین کی خدمت کا کام انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اپنے شہر ''جگادھری'' میں ایک بڑا ادارہ قائم فرمایا ہے، جس میں دینی ودنیوی تعلیم وتربیت کا بہت اچھا بندوبست ہے، اس کے علاوہ ہریانہ، پنجاب، ہماچل اور مغربی یوپی میں آٹھ سو سے زائد مسجدیں تعمیر کرا چکے ہیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، نیز بہت سے مکاتب ومدارس کی سرپرستی کا بھی فریضہ انجام دے رہے ہیں، نیز یہ بھی بتلایا کہ حضرت مولانا ظریف احمد صاحب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی کے مجاز بیعت اور خلیفہ ہیں۔

مولانا ظریف احمد صاحب کا ایک بصیرت افروز بیان:

مختصر تعارف کے بعد مولانا کا ایک بصیرت افروز بیان ہوا، جس میں مولانا موصوف نے مرکز کے اساتذہ، طلبہ اور باہر سے آئے ہوئے عمائدین حضرات سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ''میرے پیارے دوستوں، مرکز کے اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! سب سے پہلے میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ عرض کردینا چاہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے ایک چھوٹے سے گاؤں سے نکال کر کہاں پہنچادیا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں مدینہ پہنچوں گا، اور وہاں تعلیم حاصل کروں گا اور اس کے بعد اللہ تعالی یہ خدمات لے گا، بس دل میں ایک تمنا تھی جو اللہ نے پوری کردی، اس پر میں اللہ تعالی کا بہت ہی شکر گزار ہوں، آپ لوگ بھی اپنے اندر بلند سے بلند حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور تمنا کریں کہ اللہ تعالی ہمیں بھی اونچے سے اونچا مقام عطا فرمائے، ساتھ ہی ساتھ ذکر کرتے رہیں کیونکہ اللہ تعالی کا ذکر سب سے بڑی دولت ہے، اور خدا کی یاد

میں روئیں؛ بلکہ دل میں اللہ کا خوف پیدا کر کے روئیں تا کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کی لڑی جاری ہو جائے اور اللہ تعالی آپ لوگوں سے خوش ہو جائے، تو ضرور اللہ آپ کو اونچا مقام عطا فرمائے گا، مزید مولانا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ نا کارہ کے ذریعہ ہریانہ، پنجاب اور ہماچل میں دین کا اچھا کام ہو رہا ہے، یہ میرے لئے بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے۔

آپکی وجہ سے مولانا علی میاں ندویؒ کی تمنا پوری ہوئی:

جب مولانا موصوف ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خدمت میں حاضر تھے، تو مولانا نے فرمایا کہ ظریف! تم اپنے علاقہ کا جا کر دورہ کرو اور وہاں ہمارا پروگرام رکھو، ہماری خواہش ہے کہ ہم وہاں چلیں گے اور اصلاحی پروگرام کریں گے، چنانچہ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ نے اپنے ایک قافلہ کے ساتھ ۲۳/ مارچ ۱۹۷۸ء مطابق ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ کو ہریانہ، ہماچل اور پنجاب کا دورہ کیا اور وہاں قریہ قریہ، گاؤں گاؤں گھوم کر اصلاحی پروگرام منعقد کئے، جس سے وہاں کافی فیض ہوا۔

آپکی وجہ سے ملاعبدالکریم صاحبؒ کی تمنا پوری ہوئی:

ایسے ہی ایک واقعہ ملاعبدالکریم صاحب کا ہے، جو علاقہ کے بڑے بزرگ ہوئے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی میں دین سے پھر جانے والے حضرات کو دین میں واپس لانے اور جگہ جگہ چھپر کی مسجدیں بنوانے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی تھی، مولانا ظریف صاحب نے انہی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ملاجی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ "میاں ظریف! ہم تو مسجدوں کو کچی بناتے جارہے ہیں اور تم ان کو پیچھے سے پکی کراتے آنا" مولانا موصوف نے فرمایا کہ آج اللہ تعالی نے مجھ سے حضرت ملاجی کی توجہ اور دعا کی برکت سے کام لے لیا اور لے رہا ہے، یہ میرے لئے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے، اللہ تعالی مزید توفیق عطا فرمائے، اخیر میں مولانا موصوف نے فرمایا کہ مجھے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی کی طرف سے اجازت وخلافت حاصل ہے، اور میں نے اجازت وخلافت کی یہ امانت مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کو دی ہے، آپ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں، اللہ تبارک وتعالی برکت عطا فرمائے، اوران سے دین کا خوب کام لے۔

اسلامک سینٹر کا افتتاح:

اس کے بعد حضرت مولانا نے مرکز میں جدید تعمیر شدہ عمارت "اسلامک سینٹر" کا افتتاح کیا اور دعا کرائی، اور وہیں کھانے کا نظم تھا، کھانا کھایا، پھر ظہر کی نماز پڑھی، اور رجسٹر میں اپنے دعائیہ کلمات لکھے، حضرت مولانا بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دی اور بہت متأثر ہوئے، اس کے بعد تشریف لے گئے، اللہ تعالی مولانا کا سایہ تادیر قائم رکھے، اوران کے فیض کو ہر چہار دانگ عالم میں پھیلائے اور ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ برطانیہ، نمونۂ اسلاف

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا

شیخ الحدیث دارالعلوم بری، انگلینڈ کی تالیفات

۱- اضواء البیان فی ترجمۃ القرآن
۲- جمال محمدی (۳/جلد)
۳- کرامات وکمالات اولیاء (۲/جلد)
۴- جمال محمد کی جلوہ گاہیں (۲/جلد)
۵- محبت نامے (۳/جلد)
۶- اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۷- حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اوران کے خلفاء (۳/جلد)
۸- مشائخ احمد آباد (۲/جلد)
۹- بزرگوں کے وصال کے احوال
۱۰- الخطاب الفصیح للنبی الملیح صلی اللہ علیہ وسلم

ملنے کا پتہ

Azhar Academy Ltd

54-68 Little Ilford Lane, Manor Park. London E12 5QA (UK)

اصلاح معاشرہ

تواضع وانکساری رضائے الٰہی کا ذریعہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۲۵؍فروری ۲۰۱۱ء بدھ کے روز مغرب کے بعد مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اونچے مقام پر پهونچنا هرانسان کی تمنا هے :

اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کو زندگی گزارنے کا اور معاشرہ میں رہنے کا طریقہ بتلایا اور اسلامی تعلیمات اور ہدایات قرآن کریم اور اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچادیں، اصل میں اس دنیا میں آنے کے بعد ہر انسان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ میں بلند ہوجاؤں، اونچا ہوجاؤں، میں اونچے مقام پر پہنچ جاؤں، یہ تمنا رہتی ہے، کچھ طریقے اختیار کرنے ہوتے ہیں، کچھ اصول اختیار کرنے ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ سے یہ تمنا پوری ہوجاتی ہے۔

جو تواضع اختیار کرتاهے الله اس کو بڑا بناتاهے!

ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں بہت اونچا ہوجاؤں، اللہ مجھے بڑا بنادے، لیکن بڑا بننے کے لئے پہلے اپنے آپ کو مٹانا پڑتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من تواضع للہ رفعہ اللہ" کہ جو آدمی عاجزی اختیار کرتا ہے، انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو بڑا بنادیتا ہے، اس کو بلند مقام عطا کردیتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھ لے، تواضع کا مطلب ہے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا، حقیر سمجھنا، کہتے تو سب ہیں کہ ارے بھائی میں تو نالائق ہوں، میری کیا حیثیت ہے، لیکن یہ زبان تک ہے، کسی بھی آدمی کے سامنے تعریف کرو، وہ کہے گا ہماری کیا حیثیت ہے، لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ کہہ کر بھی اپنی تعریف ہی چاہتا ہے یعنی وہ تواضع تو دکھاتا ہے، حقیقت میں تواضع نہیں ہوتی، اور کہتا ہے کہ جی بس کیا کہیں، ہم لوگ اس کے قابل نہیں ہیں، بس آپ کی دعاؤں کا طفیل ہے، آپ کی دعاؤں کا صدقہ ہے، یہ تواضع اختیار کرنا نہیں ہوا، حقیقت میں وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہو، یہ ہے تواضع کا مطلب، ورنہ دعوی تو ہر آدمی کرتا ہے، کہ جی ہماری کیا حیثیت، ہم تو ایک چھوٹے سے آدمی ہیں، ہم تو معمولی سے آدمی ہیں، لیکن اگر اس کو کچھ کہہ دیا ابھی لٹھ مارے گا، جوتا مارے گا، گالی دے گا حالانکہ ابھی کہہ رہا تھا کہ میں تو نالائق ہوں، حقیر ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف زبان زبان سے حقیر کہہ رہا ہے، زبان زبان سے تواضع کا دعوی کررہا ہے، حقیقت میں وہ تواضع اختیار نہیں کررہا ہے۔

اپنے آپکو چھوٹاسمجھو دوسرے آپکو بڑا سمجھیں گے:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تواضع اختیار کرے گا تو یقیناً اللہ تبارک وتعالی اس کو وہ اونچا مقام عطا فرمائے گا، وہ بلندی عطا فرمائے گا کہ خود اس کی عزت ہوگی، اور اللہ تعالی کے یہاں بھی اس کو بلند مقام ملے گا، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا بھی یہ مانگا کرو "اللّٰھم اجعَلنِی فِی عَینِی صَغِیراً وَفِی اَعیُنِ النَّاسِ کَبِیرًا" اے اللہ میری نگاہ میں تو مجھے چھوٹا کردے اور لوگوں کی نگاہ میں مجھے بڑا کردے، یہ دعا ہونی چاہئے کہ میں خود تو اپنے آپ کو حقیر سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو نالائق سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو ناکارہ سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو معمولی سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو بہت چھوٹا سا سمجھوں، خود تو اپنے آپ کو بہت ہلکا سا سمجھوں اور اے اللہ دوسرے لوگ مجھے بڑا سمجھیں، یہ دعا مانگنی چاہئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

اگر دوسروں کو حقیر سمجھوگے تو خود حقیر سمجھے جاؤگے:

لیکن ہم کرتے کیا ہیں؟ خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ہم حقیر سمجھتے ہیں، جب آدمی پہاڑ کی بلندی پر بیٹھا ہوا ہو، یا دس منزلہ، بیس منزلہ مکان پر بیٹھا ہوا ہو تو جو نیچے ہوتے ہیں وہ سب اس کو چھوٹے نظر آتے ہیں، وہ خود سمجھ رہا ہے کہ یہ سب مجھ سے چھوٹے ہیں، لیکن نیچے والوں کو وہ خود چھوٹا نظر آرہا ہے کہ اتنا سا بیٹھا ہوا ہے، کسی اونچی عمارت یا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اگر دیکھا جائے تو نیچے پھرنے والے چھوٹے نظر آتے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم اگر دوسروں کو حقیر سمجھیں گے تو ہم خود حقیر سمجھے جائیں گے، اگر ہم دوسروں کو بڑا سمجھیں گے دوسروں کو عزت دیں گے تو دوسرے ہمیں بڑا سمجھیں گے۔

حقیقی تواضع اختیار کرنیوالوں سے اللہ خوش ہوتاہے:

آج کل کے حالات میں کوئی کسی کو کچھ نہیں سمجھ رہا ہے، کیونکہ اصل میں تواضع سب میں سے ختم ہوگئی ہے، کوئی کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، حقیقت میں تواضع اگر آجائے، تو اللہ ہم سے خوش ہو جائے گا، اصل میں ذہن کا، دماغ کا اور قلب کا کنٹرول اللہ تبارک وتعالی کے پاس ہے، اگر ہم نے اپنے آپ کو معمولی سمجھا، تو اللہ تبارک وتعالی منادی کرادیں گے، کہ یہ آدمی متواضع ہے، یہ انسان اپنے آپ کو معمولی سمجھتا ہے، اے فرشتوں اعلان کردو، میں اس کو بڑا سمجھتا ہوں، اور سب لوگوں میں منادی کردو کہ یہ آدمی بڑا ہے، تو سب اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، لیکن خود پہلے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری پیغمبر، خالق کائنات کا آخری پیغام لانے والے، آخری رسول ہیں، اور پورے کون ومکاں کا اور پوری کائنات کا وجود، آپ کے صدقہ طفیل میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر خود اتنی عاجزی تھی، اتنی انکساری تھی کہ جب مجمع میں ہوتے تھے اور کوئی آدمی آکر مصافحہ کرتا تھا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ خود نہیں کھینچتے تھے جب تک کہ وہ آدمی اپنا ہاتھ خود نہ کھینچ لے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ اس کی طرف ایسے ہی رکھتے تھے جب تک کہ وہ آدمی اپنا چہرہ خود نہ پھیر کر چلا جائے، آج ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو منھ پھیر کر سلام کرتے ہیں، اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے، یہ کیا ہے؟ یہ کہاں تواضع ہوئی، ایک ہاتھ سے مصافحہ کررہے ہیں، یا دونوں ہاتھوں سے کررہے ہیں، مگر باتیں دوسرے سے کررہے ہیں اور سلام ان سے کررہے ہیں، آ وَجی السلام علیکم، آ وَجی السلام علیکم، یہ کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تعلیم دی ہے، خود عمل کرکے دکھایا ہے کہ یہ طریقہ ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم؟ اللہ اکبر! جو اللہ تعالی کے آخری پیغمبر، پوری کائنات کا وجود جن کے طفیل سے اور جن کو اللہ تبارک وتعالی نے اخلاق کا، کردار کا اعلی نمونہ بتلایا "اِنَّکَ لَعَلَی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" وہ اخلاق کے اعلی معیار پر تھے، اخلاق کی ان بلندیوں پر تھے، جن سے اوپر تصور نہیں کیا جاسکتا، جس کی شہادت خود خالق کائنات دے، جس کی گواہی خود پیدا کرنیوالا دے، جس کی تعریف خود خالق کائنات کرے، وہ کہہ دے "اِنَّکَ لَعَلَی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" اے محمد! آپ اخلاق کے اعلی معیار پر ہیں، اخلاق کی چوٹیوں پر ہیں، اخلاق کی بلندیوں پر ہیں اور ان کا یہ عالم ہے کہ اتنی اخلاق کی بلندیوں پر اور اتنے بلند مقام پر ہونے کے باوجود پھر بھی عوام کے ساتھ، ملنے والوں کے ساتھ یہ رویہ، جب بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے ملتے تو خوش چہرہ کے ساتھ ملتے، ہنسی خوشی سے ملتے، سامنے والا خوش ہوجاتا، ہم سلام کرتے ہیں تو منہ پھیر کر کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوش کن انداز میں سلام کرے کہ سامنے والا خوش ہوجائے، سلام کا جواب اسی انداز سے دیا جائے کہ سامنے والا جواب سن کر خوش ہوجائے بلکہ پہلے خود پیش قدمی کرنی چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تعلیم دی ہے، جو سواری پر ہے وہ پیدل چلنے والوں کو سلام کرے اور جو پیدل چلنے والا ہے، وہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے، چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور بڑا چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے، جو جتنا تواضع اختیار کرے گا، اللہ کے یہاں اتنا اونچا مقام ہوگا۔

اپنی آمد پر لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرنا:

آج کل دنیا میں کسی کو چھوٹا سا عہدہ مل جائے، معمولی سا عہدہ مل جاوے، پھر دیکھئے نظارہ، پبلک بیٹھی ہوئی ہے، سرکار نکل کر آتے ہیں، تو سلام جی، سلام جی، سلام جی، السلام علیکم کا منظر ہوتا ہے اور لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے، خود اپنے لئے بھی اس کو پسند نہیں کیا اور امت کو بھی اس کی تعلیم دی ہے کہ نہیں اٹھنا چاہئے، اس لئے کہ اس سے آنے والے کے دل میں غرور پیدا ہوتا ہے، آنے والے کے دل میں گھمنڈ پیدا ہوتا ہے، اس سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں کرتے تھے، ہمارے اکابرین نے، صحابہ کرام نے اس پر عمل کرکے دکھادیا، بڑے بڑے عہدوں پر، بڑی بڑی پوسٹوں پر اور بڑے بڑے مقام پر اور بڑی بڑی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اسی کو پسند کیا، ایک بڑا آدمی، چاہے وہ دین کے اعتبار سے بڑا ہو، یا دنیا کے اعتبار سے اس کو یہ بات پسند نہ ہو کہ وہ چل رہا ہے، اور اس کے ساتھ میں دو آدمی ادھر میں اور دو آدمی ادھر میں یا کچھ پیچھے ہٹ کر چل رہے ہیں، بڑے لوگ، اللہ والے اس کو پسند نہیں کرتے، اور خود اسلام کی تعلیم اس کے برخلاف ہے، یہ تواضع کے خلاف ہے، تواضع یہ ہے کہ سب میں مساوات ہو، سب کے اندر برابری ہو، اور کوئی ایسا پہلو نہ ہو کہ دل کے اندر عجب پیدا ہو، دل کے اندر بڑائی ہو، دل کے اندر کوئی اس طرح کی بات ہو، اسی طریقہ سے اپنی زندگی کے اندر ہمیں عمل کرنا چاہئے اور تمام صحابہ کرام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔

معمولی درجے کا عمل بخشش کا سبب:

حضرت بایزید بسطامی ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کو ایک مرتبہ غیبی آواز آئی کہ بایزید ہمارے پاس وہ چیز لاؤ جو ہمارے پاس نہیں ہے، اور پھر ہم تجھے وہ چیز دیں گے جو تیرے پاس نہیں، پہلی بار یہ آواز آئی، پھر دوسری بار یہ آواز آئی، پھر تیسری بار بھی یہی آواز آئی، تو تیسرے دن انہوں نے سوال کیا کہ یا اللہ ایسی کیا چیز ہے جو تیرے خزانہ میں نہیں ہے، تیرا خزانہ تو سب چیزوں سے بھرا ہوا ہے، میں کیا پیش کرسکتا ہوں آپ کے سامنے، تو اللہ کی طرف سے ان کو الہام ہوا، اللہ کی طرف سے ان کو آواز آئی کہ بایزید ہمارے پاس تواضع لا، عاجزی لا، ہمارے یہاں تو بڑائی ہی بڑائی ہے، اللہ تو بڑا ہے، اللہ اکبر، اللہ نے فرمایا ہمارے یہاں تواضع لے کر آ، پھر ہم تجھے وہ دیں گے جو تیرے پاس نہیں، تیرے پاس کیا نہیں؟ بڑائی نہیں، پھر ہم تجھ کو بڑائی دیں گے، اللہ نے ان کو اتنا بڑا بلند مقام عطا فرمایا، اتنا بڑا بلند مقام عطا فرمایا کہ جس کی کوئی حد نہیں، جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالی خود کلام کررہے ہیں، اور خود الہام کررہے ہیں، اور عاجزی اس سے مانگ رہے ہیں، عاجزی ہی کی تو کمی ہے، تو حضرت بایزید بسطامی اس چیز کو لیکر آئے، اللہ نے ان کو بہت بڑا مقام عطا فرمایا، اب اللہ کی شان دیکھئے جب حضرت بایزید کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد کسی کو خواب میں آئے، تو پوچھا کہ حضرت کیا ہوا، کیسی گزری؟ ٹھیک ٹھاک کام چل گیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں بھائی اللہ نے فضل تو فرمادیا، انہوں نے پوچھا کیسے؟ فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے مجھ سے کہا کہ بایزید کیا لائے ہو، تو میں نے کہا کہ اللہ آپ کو معلوم ہے جو کچھ لایا ہوں، ٹوٹا پھوٹا جو بھی کچھ ہے آپ کو معلوم ہے، تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے اعلان ہوا کہ بایزید چیزیں تو بہت لایا، بڑے بڑے عمل کرکے لایا ہے، لیکن ہمارے یہاں کوئی عمل مقبول نہیں، صرف تیرا ایک عمل ہے جو ہمیں پسند آیا پوچھا یا اللہ وہ کیا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ سردی تھی، سردی کی رات تھی، ایک بلی کا بچہ سردی میں ٹھٹھر رہا تھا، تیرے ذہن میں خیال آیا، تو نے اس کو اپنے لحاف میں جگہ دیدی، بس یہ عمل تمہارا ہمیں سب سے زیادہ پسند آیا، اس کی وجہ سے ہم تم کو معاف کررہے ہیں، کتنا بڑا ولی، کتنا بڑا اللہ والا؟ اللہ فرمارہے ہیں، عمل تو بہت بڑے بڑے لایا لیکن ہماری پسند کا تو صرف یہ ایک عمل لایا، تہجد بھی لایا، نمازیں بھی لایا، نوافل بھی لایا، زکوۃ خیرات بھی لایا، حج بھی لایا اور روزے بھی لایا، بڑی بڑی عبادتیں لایا، لیکن ہمیں تو تیرا یہ عمل پسند آیا، تو اللہ تعالی ذرہ

نواز، اللہ تعالی بہانے تلاش کرتا ہے، ہمیں اپنی زندگی میں کچھ ایسے عمل بھی چپ چاپ کرنے چاہئیں، اس لئے کہ بلی کو اپنے لحاف کے اندر جگہ دینے میں کوئی ریا نہیں تھا، کسی کو دکھانا بھی مقصود نہیں تھا، یہ خالص اللہ کے لئے تھا، بھائی رات کی اندھیری ہو، آپ کے گھر میں یا میرے گھر میں بلی یا کتا آجائے، اس وقت آزمائش کا وقت ہے، ہم لوگ لٹھ لے کر بھگاتے ہیں، اور ڈنڈا مارتے ہیں، لیکن دیکھئے اللہ تبارک وتعالی کو چھوٹا سا بالکل معمولی سا عمل اس طرح پسند آجاتا ہے، ایسے ہی ایک عورت زانیہ تھی، فاسقہ تھی کسی کتے کو اپنے موزے میں یا جوتے میں پانی پلا دیا، تو اللہ تعالی نے اس پر اس کی مغفرت کر دی۔

اپنے آپ کو کمتر سمجھو:

اصل بات تواضع کی ہے کہ اپنے آپ کو حقیر سمجھنا، چھوٹا سمجھنا تا کہ اللہ تعالی ہم کو بڑا مقام دیدے، ہماری سب کی خواہش بڑا بننے کی ہے، سب چاہتے ہیں اندر سے، اللہ ہمیں عزت بھی دیدے، اللہ ہمیں ہر طرح کی بڑائی بھی دیدے، تو بھائی اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں تواضع اختیار کرنی پڑے گی، خود اپنے نفس کو مٹانا پڑے گا، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا پڑے گا، سب لوگ کہتے ہیں کہ بھائی ہم اپنے آپ کو کہاں بڑا سمجھ رہے ہیں، خیال تو ہے، ٹھیک ہے، ہم نہیں سمجھ رہے ہیں، لیکن ذہن میں تو ہے کہ ہاں ہم کچھ ہیں، اپنے بیوی بچوں میں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہاں ہم کچھ ہیں، اپنی بیوی کے سامنے تو سمجھتے ہیں کہ ہاں میں کچھ ہوں، ٹھیک ہے وہاں اس طرح رہنا چاہئے لیکن ہمیں تو انسانوں کے ساتھ، لوگوں کے ساتھ اپنے آپ کو معمولی سمجھنا ہے، پھر اللہ تبارک وتعالی ہمیں بڑا مقام عطا فرمادیں گے۔

حاجی امداداللہ مہاجرؒ مکی کی تواضع:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نام آپ نے سنا ہوگا، بڑے بڑے بزرگ ان کی صحبت وتربیت سے بنیں ہیں، وہ سب کو بیعت کرلیا کرتے تھے، حالانکہ پہلے یہ دستور تھا کہ بزرگ پہلے مجاہدے کراتے تھے پھر بیعت کراتے تھے، پھر بزرگی سے نوازتے تھے، اس لئے حضرت حاجی امداداللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کے یہاں تو کوئی مجاہدہ نہیں، آپ سب کو بیعت کر لیتے ہیں تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں اس لئے بیعت کر لیتا ہوں کہ کل جب قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی مجھے جہنم میں ڈالیں گے، تو ان مریدین میں سے کسی کو تو مجھ پر رحم آئے گا، کوئی تو مجھے اللہ سے فریاد کر کے بچالیگا کہ ہمارے پیر جہنم میں جا رہے ہیں کوئی تو میرے اوپر رحم کھائے گا، اس وجہ سے بیعت کر لیتا ہوں، یہ حضرت کی تواضع کی بات تھی، کتنے بڑے اللہ والے، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی جس کے مرید ہوں، پوری دنیا میں جن کی شہرت کا، جن کے علم کا، جن کی لیاقت کا، جن کی روحانیت کا اور جن کی عظمت کا اور جن کے کاموں کا، جن کے کارناموں کا ڈنکا بجا ہو، ان کا شیخ یہ کہہ رہا ہے کہ اس لئے بیعت کر لیتا ہوں تا کہ کل مجھے جہنم میں گرنے سے میرے مرید بچالیں، یہ تواضع کی انتہا ہوتی ہے، پھر اللہ نے کس بلند مقام پر پہنچایا کہ آج روحانیت کے امام مانے جاتے ہیں۔

حضرت تھانوی کی تواضع:

حضرت تھانویؒ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنے یہاں اعلان کر رکھا تھا کہ جب میں خانقاہ سے گھر جاؤں، اگر میں اپنا سامان گھر لے جا رہا ہوں تو کوئی مجھ سے لینے کے لئے نہ بڑھے، مجھے اکیلے ہی جانے دیں، اور اگر میں تنہا کہیں جانا چاہتا ہوں تو کوئی میرے پیچھے نہ چلے، بلکہ میں اکیلا جاؤں گا، اور اپنا کام کروں گا، ایسا مت کرنا کہ میں آیا اور دس پیچھے ہولیئے، اس سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس سے دل میں عجب پیدا ہوتا ہے، بڑائی پیدا ہوتی ہے، اسلامی تعلیم یہی ہے کہ یہ طریقہ نہ اختیار کیا جائے، بہت سے بزرگوں نے اس طریقہ سے اپنے آپ کو بلند کیا ہے۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تواضع:

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے، زبردست عالم گزرے ہیں، انہوں نے بہت سی علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابیں لکھیں، انہوں نے

سیرت النبی بھی لکھی ہے، جب وہ مکمل ہوگئی، اوراس کا پورے ہندوستان میں شہرہ بھی ہو چکا تھا، اوراس وقت ان کا طوطی بول رہا تھا، توانہوں نے خیال کیا کہ کتاب تو اتنی اعلیٰ لکھی ہے، دیکھوں اپنے اندر کچھ ہے بھی یانہیں، انہوں نے اپنے آپ کا جب جائزہ لیا دیکھا کہ بھائی کچھ نہیں ہے، اب تلاش کیا کہ ایسے آدمی کے پاس جایا جائے، جہاں کچھ ملے، چنانچہ انہوں نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور وہاں تشریف لائے، اب چونکہ حضرت تھانوی انکی شہرت سن چکے تھے کہ بھائی اتنا بڑا عالم، اتنا بڑا علامہ میرے پاس آرہا ہے، میں اس کو کیا بتا سکتا ہوں، حضرت علامہ نے نصیحت کی تمنا کی تھی کہ حضرت مجھے نصیحت کر دیجئے، تو حضرت نے نصیحت کے لئے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ ان کو کیا نصیحت کروں، تب اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے انکے ذہن میں ایک بات آئی کہ بھائی اپنے آپ کو مٹادو سب کچھ مل جائے گا، جب اپنے آپ کو چھوٹا سمجھو گے تو سب کچھ مل جائے گا، اللہ نے یہ بات ان کے ذہن میں ڈالی، چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو مٹایا اور پھر حضرت تھانویؒ نے ان کو خلافت دی، واقعہ یوں ہوا کہ حضرت تھانویؒ کو انہوں نے بیعت کرنے کیلئے کہا، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ بھائی بیعت تو کرلیں گے، لیکن ہمیں پہلے پچاس خط لکھ دیجئے، پھر آپ کو بیعت کرلیں گے، اب چاہے تو آپ یہ خط چند دن میں لکھ دیجئے، تین چار دن میں لکھ دیجئے، یا پچاس خط پچاس دن میں لکھئے، لیکن پچاس کا کورس ہے، وہ بھی سچے طالب تھے، ہمت نہیں ہاری، یہ نہیں سوچا کہ یہ کیا بات ہے، اس جگہ کوئی اور ہوتا وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ خود میں اتنا بڑا علامہ اور یہ پچاس خط، یہ کیا بات ہوئی؟ لیکن ان کو تو سچی طلب لے آئی تھی، سب کچھ بڑا ہونے کے باوجود تواضع یہاں لے آئی تھی، اب اللہ تعالی ان کو اور بڑا بنانا چاہتا تھا، تو تواضع کے ساتھ آئے، بڑا آدمی اگر کہیں پہنچے تو اللہ اس کو مزید بڑا بنانا چاہ رہا ہے، ورنہ جب آدمی بڑا ہو جاتا ہے، کہاں کسی پر گھاس ڈالتا ہے اور کہاں کسی کو خاطر میں لاتا ہے، لیکن سچی جب طلب ہوتی ہے اوراس کو معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے پاس جوہر ہے، تو وہ اس کو بڑا سمجھ کراس کے پاس آتا ہے، چنانچہ انہوں نے خط لکھنے شروع کئے تو پچاس پورے نہیں ہو پائے تھے، حضرت نے بھی دیکھا کہ مان رہا ہے، صحیح طلب ہے تو پہلے ہی بیعت کرلیا، اور پھر خلافت بھی عطا فرمادی، اس طرح علامہ کامل بن گئے، پھر بڑے اونچے کلمات ان کی شان میں کہے اور بہت ہی اچھے انداز میں ان کی تعریف کی، فرمایا الحمدللہ میرے حصے میں سارے عقلا ہی آئے ہیں، اسی طریقہ سے بہت سارے ہمارے اکابرین کے واقعات ہیں جنھوں نے تواضع اختیار کی اور تواضع کے بعد پھر اللہ تعالی نے ان کو نوازا۔

ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کا سنت پر عمل کرنا:

ڈاکٹر عبدالحئیؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، حضرت تھانوی کے خلفاء میں سے تھے، ان کی تواضع کا بھی عجیب انداز تھا، بڑے اونچے حالات تھے ان کے، لیکن انکی تواضع کا حال دیکھئے کہ اپنے گھر کے اندر جوتے نکال کر اور ٹوپی اتار کر پھر رہے ہیں، اس لئے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ننگے پیر ہوتے تھے، ایک تو سنت کی نقل، دوسرے تواضع میں۔

علامہ اقبالؒ کا سنت پر عمل کرنا:

حضرت علامہ اقبالؒ کا آپ نے نام سنا ہوگا، مشہور شاعر ہوئے ہیں، اخیر میں، بڑھاپے میں وہ لاہور میں تھے، اپنے گھر میں مسہری پر لیٹے ہوئے تھے، توان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں نیچے لیٹتے تھے، تو نیچے لیٹ گئے، اتفاق سے ہندوستان کے ایک بزرگ اسی وقت ان کے پاس پہنچے، دیکھا کہ علامہ نیچے لیٹے ہوئے ہیں، پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ مسہری بھی پڑی ہوئی ہے، اور آپ نیچے لیٹے ہیں، کہا کہ مجھے خیال آیا کہ میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے لیٹتے تھے، اسلئے یہ بات ذہن میں آئی تو میں بھی نیچے لیٹ گیا، یہ کیا چیز تھی؟ تواضع تھی اور سنت کی اتباع تھی، خیال آتے ہی بس فوراً اس پر عمل ہوجائے، لہٰذا میں بھی آقا کی اتباع میں نیچے لیٹ گیا، یہ تواضع کی باتیں ہیں، اور یہ وہ باتیں ہیں

کہ ان کو اختیار کر کے آدمی اونچا ہوتا ہے، کوئی بھی ہم میں سے ان کو اختیار کرے گا، اللہ تبارک وتعالی اس کو لامحالہ، ضرور بالضرور اونچا مقام عطافرمائیں گے، دنیوی اعتبار سے بھی اور دینی اعتبار سے بھی، اتنا بلنداور بڑامقام عطافرمائیں گے کہ آدمی سوچ نہیں سکتا، تصورنہیں کرسکتا۔

حضرت مولانامحمدقاسم نانوتویؒ کی تواضع:

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بھی عجیب حالات تھے، زبردست عالم تھے، ان کا علم ایک سمندر تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شاہجہاں پور میں مناظرہ ہوا، تو وہاں کے لوگوں نے پیغام بھیجا اور سوچا کہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی اس پروگرام میں شریک ہوں، مناظرہ عیسائیوں سے تھا، اس زمانہ میں آپس میں مناظرہ ہوتا تھا کہ جو حق پر ہوگا وہ جیتے گا، یا جو اپنی بات کو ثابت کردے گا وہ جیتے گا، اس کی بات مانی جائے گی، اب تو کم ہوتے ہیں، اس زمانہ میں اب سے ستر سال پہلے تک بہت زیادہ مناظرے ہوتے تھے، بلکہ ہندوستان آزاد ہونے سے پہلے بہت زیادہ ہوتے تھے، ہر شہر میں ہوتے تھے، ہر جگہ پر ہوتے تھے، تو انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو بلایا، حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے میں وقت پر پہنچ جاؤں گا، چنانچہ حضرت مولانا قاسم صاحب ٹرین کے ذریعہ شاہجہاں پور پہنچے، وہاں کے لوگ اسٹیشن پر استقبال کے لئے انتظار کرنے لگے کہ حضرت آرہے ہیں، استقبال کریں گے، اور حضرت نے سوچا تھا کہ لوگوں کو پتہ چلے گا، شہرت ہوگی، اس لئے حضرت شاہجہاں پور سے پہلے ایک چھوٹے اسٹیشن پر اتر گئے، استقبال اور شہرت سے بچتے ہوئے اور وہاں سے پانچ چھ میل پیدل چلدیئے، جب شاہجہاں پور گاڑی پہنچی، سب لوگ پریشان کہ حضرت کہاں، سارے لوگ جمع تھے اسٹیشن پر، دیکھا کہ حضرت نہیں ہیں تو سب پریشان، لوگوں نے سوچا کہ اگر پہلی ٹرین سے آگئے ہوں گے تو کہیں ہوٹل یا مسافر خانہ میں ٹھہر گئے ہوں گے، تو لوگ پریشان ادھر ادھر پھرتے رہے، اور حضرت مولانا نے پیدل کا راستہ اختیار کرلیا، راستہ میں ایک ندی بھی پڑتی تھی، جب ندی آئی تو پائجامہ بھیگ گیا، سوچا کہ اگر اس کے سوکھنے کا انتظار کروں گا تو دیر لگے گی، اس لئے ایسے ہی چل دئے، ایسے آدمی کو دیکھ کر لوگوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ یہ مولانا قاسم صاحب ہیں، ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے، اصل نام ان کا خورشید حسن تھا، اور وہاں سب لوگ پریشان، شہر کی ہر مسجد چھان ڈالی، ہر مکان، پھر خیال آیا کہ فلاں ہوٹل میں جا کر دیکھتے ہیں، تو ہوٹل والے سے پوچھا کہ بھائی خورشید حسن نام کا کوئی آدمی آیا ہے، کہ جی ہاں خورشید حسن نام کا آدمی تو ہے، معلوم کیا کیسا ہے، دبلا پتلا سا ہے کیا؟ کہ جی ہاں وہی ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں وہ علم میں بڑا بھاری ہے، کہ ہاں وہ تو ہے، اب اس کا پتہ پوچھ کر گئے تو دیکھا کہ حضرت ہیں، پوچھا کہ حضرت آپ یہاں کیسے؟ ہم نے وہاں پورا اسٹیشن تلاش کرڈالا اور پورا شاہجہاں پور آپ کے انتظار میں وہاں جمع ہے، اور صبح سے سب پریشان ہیں، تو حضرت نے بتلایا کہ بھائی میں تو آگیا تھا، اور میرے ذہن میں اس طرح کی بات آئی اور وقت پر آنا تھا، یہ سوچ کر میں پہلے ہی اتر گیا، یہ سب تواضع کی بات تھی، ورنہ ہم اور آپ ہوتے تو یہ چاہتے کہ بہت سے آدمی استقبال کے لئے آئیں، ہم لوگ کہیں جاویں تو سوچتے ہیں کہ پورا شہر امنڈ پڑے، یا کم سے کم دس بڑے بڑے چودھری تو آویں، اور وہاں تو پورا شہر تھا، ان لوگوں کو پسند نہیں تھا، یہ سب چیزیں تواضع کی ہیں، آج اس واقعہ کو ہم یہاں بیان کررہے ہیں، انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا، کہ یہ واقعہ مظفر آباد کی فلاں مسجد میں بیان ہوگا، انہوں نے تو خالص اللہ کے لئے کیا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تواضع:

حضرت شیخ الہند جن کے شاگردوں کا ہندوستان کی آزادی میں بڑا کردار رہا، ان کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان سے ملاقات کے لئے اجمیر سے ایک آدمی معین الدین نام کا چلا، اس نے حضرت شیخ الہند کو دیکھا نہیں تھا، صرف نام سنا تھا کہ حضرت شیخ الہند نام کے دیوبند میں ایک بہت بڑے بزرگ اور عالم ہیں، ان سے ملنا چاہئے، وہ ٹرین

میں آیا، دیوبند اترا اور اتر کر پوچھا کہ بھائی حضرت شیخ الہند کے پاس جانا ہے، اور وہ شیخ الہند کا نام نہیں جانتا تھا، تو گھوڑے تانگے والے نے کہا کہ بڑے مولانا کے پاس جائے گا کیا، کہا ہاں بڑے مولانا کے پاس، تو اس نے آ کر حضرت شیخ الہند کے دروازہ پر چھوڑ دیا، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت شیخ الہند گھر میں تھے لنگی اور بنیان میں باہر آ گئے، کہا کہ بھائی میں معین الدین ہوں، حضرت کو اندر اطلاع دیدو کہ اجمیر سے معین الدین آیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ آپ اندر تو بیٹھئے، اندر تشریف لائیے، وہ بیٹھ گئے، حضرت شیخ الہندان کو پنکھا کرنے لگے، معین الدین نے کہا بھائی پنکھا نہ کر، حضرت کو اطلاع دے جلدی سے جا کر کہ معین الدین آیا ہے، اب حضرت شیخ الہند نے کہا کہ کھانا کھالو بس ابھی حضرت سے ملاقات ہو جاوے گی، حضرت خود ہی کہہ رہے ہیں، چونکہ وہ لنگی بنیان میں تھے، اور اس نے سوچا کہ بڑے جبہ اور قبہ میں ہوں گے، تو اس نے کہا کہ بھائی تو حضرت کو اطلاع تو دیدے کھانا تو بعد میں آتا رہے گا، بھائی صبر کرو، کھانا کھالو اس کے بعد میں ملاقات کرادونگا، کھانا کھالیا، کھانے کے بعد حضرت پھر پنکھا کرنے لگے، اب معین الدین غصہ ہو گئے کہ بھائی تجھے کہا کہ حضرت کو پیغام تو پہنچادے اندر، تب حضرت شیخ الہند نے کہا کہ بھائی صحیح بات تو یہ ہے کہ شیخ الہند تو یہاں کوئی نہیں ہے، بندہ محمود حسن میں ہی ہوں، اب یہ شرمندہ ہوا کہ اچھا میں تو آپ پر گرم ہو رہا تھا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ہی ہیں، آپ ہی یہ خدمت کر رہے ہیں، میرے دوستو! یہ ہے ہمارے بزرگوں کی تواضع اور سادگی کی انتہا، اللہ ہمیں ان بزرگوں کی اتباع نصیب فرمائے۔

تواضع اور احساس کمتری میں فرق:

ہم لوگ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ اگر پوری نقل نہ ہو سکے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کریں، جب کوشش کریں گے تو اللہ تعالی ضرور نوازے گا، اللہ کے خزانہ میں تو کوئی کمی نہیں ہے، ہم تھوڑی سی سوچ اور فکر پیدا کریں گے، تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ایسے ایسے راستے کھلیں گے کہ ہم تصور نہیں کر سکتے، بڑے بڑے بزرگوں کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے، اور مغفرت کا واقعہ آپ لوگوں نے سنا ہی ہے کہ اللہ تعالی کیسے ذرہ نواز ہیں، دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک تو ہوتی ہے تواضع اور ایک ہوتا ہے احساس کمتری، تواضع کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو معمولی سمجھیں، لیکن اللہ نے جو نعمتیں ہمیں دی ہیں، اللہ نے جو معاملات ہمارے ساتھ کئے ہیں، مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، اپنی ان عبادتوں کو کریں لیکن ان کو حقیر نہ سمجھیں، ایک نماز پڑھی، اگر اللہ تعالی نے توفیق دی تو دوسری نماز پڑھے گا، اس پر اللہ تبارک وتعالی کا شکر ادا کرنا چاہئے، شکر کی کیفیت پیدا ہونی چاہئے، اصل میں تواضع کا دوسرا نام شکر ہے، شکر کی کیفیت پیدا ہو جائے، تواضع کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو معمولی سمجھنا اور اپنا جو بھی کام کر رہا ہے اس کو معمولی سمجھ کر کرتے رہنا، احساس کمتری یہ ہے کہ اپنے آپ کو کم ہمت سمجھنا، اپنے آپ کو اتنا معمولی اور نالائق سمجھنا کہ کام کی صلاحیت نہ رہے، یہ صحیح نہیں ہے، فرق ہے دونوں کے اندر، تواضع کی جاوے اس اعتبار سے کہ اس کے اندر شکر کا پہلو غالب ہو، اس کی مثال یہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”انا سید ولد ادم ولافخر“ کہ میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں، اس میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ آخری پیغمبر ہیں، آخری نبی ہیں، پوری اولاد آدم کے سردار ہیں، بات صحیح ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کے طور پر بیان کی: ”واما بنعمة ربك فحدث“ اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو تو ”تحدیث بالنعمۃ“ کے طور پر، اللہ کی شکر گزاری کے طور پر، اللہ کے انعامات کو بیان کیا، اگر اللہ نے آپ کو کسی نعمت سے نوازا ہے، کوئی خصوصیت اور خاصیت اللہ نے آپ کو عطا کی ہے، کوئی مال و دولت یا ایسی چیز آپ کو عطا کی ہے، جس میں کوئی امتیازی شان ہے، اور وہ اللہ کی طرف سے آپ پر انعام ہے تو آپ شکر کے طور، تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اس کو بیان کر سکتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ولافخر“ کہ میں آدم کی اولاد کا سردار تو ہوں لیکن کوئی فخر کی بات نہیں، کوئی بڑائی نہیں، سب فضل الٰہی ہے، اللہ نے بنایا ہے، تو بن گیا ہوں، ایسے ہی ہم پر بھی جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو بیان کر سکتے

ہیں، وہ تواضع کے خلاف نہیں، شکر کی کیفیت اس کے اندر ہونی چاہئے کہ یہ سب فضل الٰہی ہے۔

ہماری حیثیت ایک غلام کی مانند ہے :

ہمیں فخر نہیں کرنا چاہئے، فخر کس چیز پر کیا جائے؟ ہماری حقیقت کیا ہے؟"خلق الانسان ضعیفا" انسان کمزور ہے، اور ایک ناپاک قطرہ سے بنا ہے، یہ اس کی حقیقت ہے اس لئے فخر وغرور اس کی شان نہیں، عجب تکبر اس کی شان کے لائق نہیں، بڑائی اور اس طرح کی چیزیں اس کی شان کے لائق نہیں، دیکھو میں آپ کو تاریخ اسلام کا ایک واقعہ سناتا ہوں، یہاں ہندوستان میں غلاموں کی بھی حکومت رہی ہے، غلام وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا کی ایک ایک بات کا پابند ہوتا ہے، جو اپنے آقا کی ایک ایک بات کا ماننے والا ہوتا ہے، اس کا احترام کرنے والا ہوتا ہے، اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرسکتا ہے، یہاں تک کہ مالک اس کو فروخت کرسکتا ہے، بیچ سکتا ہے اور ہندوستان میں غلاموں کی حکمرانی رہی ہے، مالک یا حقیقی بادشاہ اگر کہیں گیا ہے تو اپنے غلام کو، اپنے نوکر کو بادشاہ بنادیتا تھا، نوکر کی حیثیت الگ ہوتی ہے وہ آٹھ گھنٹے، نو گھنٹے کام کرنے کے بعد آزاد ہوتا ہے، غلام اس طرح آزاد نہیں ہوتا تھا، اس کو بیچا جاتا تھا، اور فروخت کیا جاتا تھا، تو غلاموں کو بھی بادشاہ یا گورنر بنا کر چلے جاتے تھے۔

تواضع سے دین ودنیا دونوں کو پالیا:

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک بادشاہ نے اپنے غلام کو بادشاہ بنادیا، خود کہیں چلا گیا، بعد میں اس غلام کی نیت بدل گئی، سازش کر کے آقا کو قتل کردیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا، اُس زمانہ کے ایک بڑے عالم علامہ عزالدین بن عبدالسلام تھے، بادشاہ نے ان کو اپنے دربار میں بلایا، اور کہا کہ میں تم کو فلاں شہر کا قاضی بناتا ہوں، وہ چونکہ زبردست عالم تھے، حالات سے واقف تھے، انہوں نے کہا کہ آپ کے اندر قاضی بنانیکی صلاحیت نہیں، اس لئے کہ آپ غلام ہیں اور غلام کو اپنے اوپر اختیار نہیں، آپ دوسرے کی ملکیت میں ہیں، آپ کسی کو قاضی نہیں بنا سکتے، آپ کے اندر یہ صلاحیت نہیں، اس لئے کہ آپ نے اپنے مالک کو، آپ نے اپنے حقیقی آقا کو قتل کر کے سلطنت پر قبضہ کیا ہے، یہاں تک کہ آپ کے شہزادے بھی ہوگئے ہیں، تو آپ قاضی بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، میں قاضی نہیں بن سکتا، آپ ظالم ہیں، ظالم کے قاضی بنانے سے میں قاضی بنوں؟ یہ نہیں ہوسکتا، چونکہ ان کو اللہ کا خوف تھا، تواضع بھی تھی، کہنے لگے کہ بھائی اب تو کام ہوگیا ہے، حقیقی بادشاہ تو مرگیا ہے، اب تو سلطنت میری ہے، بادشاہ تو میں ہوں، اس لئے طریقہ بھی آپ ہی بتلایئے کہ کیا کیا جائے، حضرت علامہ نے کہا کہ طریقہ بھی بتلاتا ہوں، آپ تمام شہزادوں کو لے کر بازار میں آیئے، آپ کی بولی لگائی جائے گی، آپ کی جو قیمت ہوگی وہ قیمت اس مقتول بادشاہ کے وارثین میں تقسیم ہوگی، اور جو آپ کو خریدے گا وہ آپ کو آزاد کرے گا، تو پھر آپ حقیقی بادشاہ بن سکتے ہیں، اور میں آپ کا قاضی بن سکتا ہوں، علامہ کی بات سچی تھی اور بادشاہ کے اندر بھی تواضع تھی، چونکہ اس کو اللہ کا خوف تھا، ڈرنے والی بات تھی، اس نے کہا کہ مجھے منظور ہے، چنانچہ وہ اپنی اصل حقیقت میں آ کر، اپنے عام لباس میں آ کر اپنے تمام شہزادوں کو لے کر بازار میں آ گیا، چونکہ غلاموں کی خرید وفروخت کی جاسکتی ہے، بیچا جاسکتا ہے، تو بازار میں گئے، ان کی بولی لگائی گئی، نیلامی ہوئی، ان کو بیچا گیا، یہاں تک کہ تمام شہزادوں کی اور بادشاہ کی قیمت لگائی گئی اور وہ قیمت اس سے پہلے بادشاہ کے وارثین میں تقسیم ہوئی، اس لئے کہ اس کی ملکیت تھی، یہ غلام اس کی ملکیت تھا، تو ان کے درمیان پیسے تقسیم ہوئے، جس نے ان کو خریدا تھا، اس نے ان کو آزاد کردیا کہ جاؤ میں نے تم کو آزاد کردیا، جب آزاد ہوگئے تو آزاد آدمی بادشاہ بن سکتا ہے، اس کو تمام اختیارات اسلام میں حاصل ہوسکتے ہیں، وہ امام بھی بن سکتا ہے، قاضی بھی بن سکتا ہے، دوسرے کو بنا بھی سکتا ہے، اور مکمل اختیارات اس کو ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت علامہ قاضی بنے اور صحیح سلطنت قائم ہوئی، تو کیا بات تھی؟ اللہ کا خوف ذہن میں آیا، تواضع ذہن میں آئی، حقیقت کی تلاش کی تو راستہ مل گیا، اور راستہ اگر نہ تلاش کرتا تو راستہ نہ ملتا، تو وہ ظلم پر مرتا،

بادشاہ تو بن گیا تھا، اور اسی پر زندگی گزارتا، لیکن جہنم میں اس کو جلنا پڑتا، مگر وہ تو دنیا بھی کمالے گیا اور دین بھی کمالے گیا، اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہو گئے۔

اللہ تعالی سے ہم دین ودنیا کی بھلائی مانگیں:

اگر ہم لوگ بھی سیدھا راستہ تلاش کریں تو انشاء اللہ! اللہ کے لطف ومہربانی سے کوئی بعید نہیں کہ وہ ہماری دنیا بھی اچھی کرے گا اور آخرت بھی، یہ پیغام اللہ تبارک وتعالی نے ہم کو قرآن کریم کے اندر عطا فرمایا کہ "رَبَّنَـا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَاحَسَنَۃً وَفِی الآخِرَۃِحَسَنَۃً، وَّقِنَا عَذَابَ النَّـــارِ" یہ دعا مانگو اللہ تعالی سے، یا اللہ ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما، دونوں جہاں میں کامیابی عطا فرما، یہ نہ کہو کہ یا اللہ یہاں جیسی کیسی کٹ رہی ہے، کٹنے دو، آخرت میں نواز دے، ہم یہ دعا کریں، ہمیں اسلام نے یہ تعلیم دی ہے، ہمیں قرآن نے یہ تعلیم دی ہے، یہاں بھی اچھائی اور بھلائی مانگیں اور وہاں بھی اچھائی اور بھلائی مانگیں، اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ یہاں بھی نواز دے وہاں بھی نواز دے، اللہ تبارک وتعالی اس طریقہ سے نوازتا ہے۔

انسان پانی کا بلبلہ ھے:

میرے دوستو! میرے بزرگو، ہمیں اپنی زندگی کو بنانے کے لئے اپنے نفس پر کنٹرول کرنا ہوگا، اپنے عجب پر کنٹرول کرنا ہوگا، اپنی نگاہوں پر، اپنے دل پر، اپنی زندگی پر، اپنے اعمال پر کنٹرول کرنا ہوگا، ہمیں سب کو اپنی حقیقت معلوم ہے، کیا ہے ہماری حقیقت؟ انسان پانی کا بلبلہ ہے کس وقت پھوٹ جائے کچھ پتہ نہیں، جس کے بارے میں ہم سنتے ہیں، کہ وہ چلے گئے تو بس تھوڑا سا یہ کہتے ہیں کہ اچھا وہ چلے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر بھول بھلیاں ہو جاتے ہیں، مٹ مٹا جاتے ہیں، کوئی تھا یا نہیں تھا، بیوی کتنے دن روئے گی، پھر بھول بھلیاں ہو جائیں گے، بچے کتنے دن ذہن میں رکھیں گے؟ بھول بھلیاں ہو جائیں گے، آل اولاد کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گی، مٹ جائیں گے، تو پہلے ہی ہم اپنی کیفیت ایسی بنائیں، اپنی زندگی کو ایسی بنائیں کہ سب بھول کر بھی زندہ رہیں، تب ہی رہیں گے اگر ہم نے تواضع کا راستہ اختیار کیا، جیسے ہم نے جتنے بزرگوں کے واقعات سنائے ہیں، اللہ تعالی نے ان کو قبروں میں ڈال دیا ہے، وہ قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، لیکن ان کے نام آج دنیا میں روشن ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے، اپنے آپ کو کچھ سمجھا نہیں ہے، اپنے کو حقیر سمجھا ہے، معمولی سمجھا ہے، تو ہمیں تواضع اختیار کرنی چاہئے، اور اللہ کی جو نعمتیں ہیں ان پر شکر ادا کرنا چاہئے، اللہ بڑا کریم ہے، اللہ بڑا نوازنے والا ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حقیقی تواضع عطا فرمائے۔

اگر ہم حقیقی مسلمان بن جائیں تو......؟

اللہ تبارک وتعالی ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بنائے، ہم نام کے مسلمان ہیں، حقیقت میں کام کے مسلمان نہیں ہیں، ہم لوگوں کے اندر عمل نام کی کوئی چیز نہیں ہے، صرف ہمارا کرتا، پائجامہ ہے، ظاہری لباس مسلمانوں جیسا ہے، اس میں کچھ نہیں ہے، نام ہمارا عبداللہ، عبدالرحمٰن، مسعود، خورشید ہے، یہ سب نام ہمارے ہیں، حقیقت میں اگر ہمارے اندر سچا ایمان آ جائے تو ہماری زندگی کو دیکھ دیکھ کر کافر لوگ مسلمان ہو جائیں گے، ہماری بات سن سن کر پرندے رک جائیں، حقیقت میں ہم لوگوں کے اندر سچائی نہیں ہے، حقیقت میں ہم لوگوں کے اندر تواضع نہیں ہے، اور ایمان کی جو اصل روح ہے، وہ ہمارے اندر نہیں ہے؛ لیکن مایوس نہیں ہونا چاہئے، ہم کوشش کریں گے تو اب بھی اللہ تبارک وتعالی ہمارے اندر وہ روح وہ طاقت وہ اسپرٹ پیدا فرمادے گا اور وہ حقیقی چیز پیدا فرمادے گا، تھوڑی سی کوشش کرنے کی ضرورت ہے، چاہتے تو ہم سب ہیں، کہ بس اللہ تعالی ہمیں سیدھا جنت میں پہنچا دے

جنت میں جانے کیلئے بھت پاپڑ بیلنے پڑیں گے:

لیکن اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ جو مومن ہیں، جو ایمان لائے ہیں، کیا وہ چاہتے ہیں کہ وہ آزمائے نہ جائیں اور سیدھے جنت میں چلے جائیں، ضرور آزمائے جائیں گے، محنتیں کرنی پڑیں گی،

مجاہدے آئیں گے، دقتیں آئیں گی: اَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ'' ''کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں، اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔

جنت اصل میں ڈھانپ دی گئی ہے کانٹوں سے، جیسا کہ پھول توڑنے کیلئے ہاتھ بچا بچا کے کوشش کرتے ہیں کہ ہاتھ میں کانٹا نہ چبھے تب گلاب کا پھول ہمارے ہاتھ میں آتا ہے، تو جنت کو حاصل کرنے کیلئے ہمیں گھاٹیوں سے، وادیوں سے، گڑھوں سے، ناہموار راستوں سے، کانٹوں سے اور گناہوں کے کاموں سے بچ کر ہر ایسی چیز سے بچ کر جس سے جسم میں تکلیف ہوسکتی ہے، سیدھا سیدھا چلنا ہے، تو جنت کے راستہ پر پہنچ جائیں گے، اور جہنم کو لپیٹ دیا گیا ہے، خوبصورتیوں سے، پھلواریوں سے، قمقموں سے اور چمکدار چیزوں سے جن کو دیکھ کر آدمی کے منہ میں پانی آجاتا ہے، بے شرمی کی باتوں سے، بے حیائی کی باتوں سے، خوبصورت عورتوں سے اور ایسی چیزوں سے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں، تو وہ خوبصورت چیزوں میں ہے، سب سے زیادہ آدمی اس خوبصورتی کی طرف چلتا ہے تو وہ جہنم میں پہنچتا ہے، اور یہاں تو کانٹوں والا راستہ ہے، بچ بچ کر چلنا ہوتا ہے، اس لئے ایسا انداز اختیار کیا جائے گناہوں سے بچنے کا جیسا کہ کانٹوں سے بچکر پھول توڑا جاتا ہے، بس اللہ تبارک وتعالی ہمیں ایسی زندگی عطا فرمائے کہ جو تواضع والی ہو اور حقیقی اسلام والی ہو، اور ہمیں حقیقی اور سچا مسلمان بنادے۔

اللّٰہ تعالی ذرہ نواز بھی ھے اور بے نیاز بھی:

ہر ہفتہ تھوڑی تھوڑی باتیں ہم بتلاتے ہیں، اس میں سے کسی ایک بات پر بھی عمل ہو گیا تو ایک سال میں جتنی بھی ہونگی، کسی ایک بات پر بھی عمل ہو گیا تو اللہ بخشش کرنے کے لیے تیار ہے، وہ تو ذرہ نواز ہے، اس کو کچھ پرواہ نہیں ہے، ہماری زندگی کی، اس کو پرواہ نہیں ہماری اولاد کی، ہمارے ملک وملت کی، اور کوئی پرواہ نہیں ہماری بڑی سی بڑی طاقت کی، اور بڑے سے بڑے مال و دولت کی، بڑی نمازوں کی، بڑی تہجد کی، اس کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، بس ہماری زندگی میں ایک بھی عمل ایسا ہو جائے، کوشش تو ہمیں کرنی ہے، کیونکہ کیا معلوم کونسا عمل قبول ہو جائے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہی عمل قبول ہوگا، اور نہ ہمارے پاس کوئی ایسا تھرمامیٹر ہے، ہمیں تو کوشش کرنی ہے اور اگر ہم کوشش کر رہے ہیں، تو یہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی توفیق سے ہے، اگر ہم نے ایک وقت کی نماز پڑھی اور پھر دوسرے وقت کی نماز پڑھ رہے ہیں، تو یہ اللہ کی توفیق ہے، ورنہ اگر وہ چاہتا تو ایک وقت کی پڑھا کر بستر میں سلادیتا، کسی کام میں لگادیتا، اگر ہم نے ذکر کیا ہے، اور ذکر کے بعد دوسری مرتبہ توفیق مل رہی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ ذکر قبول ہے، اور اگر ہم کسی دینی مجلس میں آرہے ہیں، ایک مرتبہ آنے کے بعد دوبارہ توفیق ہو رہی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں ہمارا یہ عمل قبول ہے، ورنہ تو ایک مرتبہ آنے کے بعد طبیعت اکتا جاتی، اگر اللہ توفیق دے رہا ہے، تو سمجھو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی طرف سے آپ کو قبولیت کا مقام مل رہا ہے، اور اللہ کی طرف سے آپ کے ذہنوں میں یہ ڈالا جارہا ہے کہ نہیں یہ راستہ صحیح ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں تواضع والا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سچا پکا مسلمان بنائے۔

❁❁❁❁

حضرت مولانا کبیر الدین فاران مظاہری مدظلہ العالی

ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش کی تین تازہ ترین تصنیفات

(۱) مٹی کا چراغ جلد اول صفحات ۴۳۶ر قیمت ۳۰۰ر روپے

(۲) دعوت وتبلیغ انسانیت کی اصلاح کی کلید صفحات ۳۲۔ قیمت ۲۵ر روپے

(۳) استاد (زمین سے عرش تک پہنچانیوالی ذات، صفات اور حقائق کے آئینہ میں) صفحات ۴۰۔ قیمت ۳۰ر روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ عزیزیہ مدرسہ قادریہ مسروالا، ہماچل پردیش

Website. madrasaquadria.org
Email. quadriahp@gmail.com

تجزیہ

عام مسلمانوں میں احکام زکوۃ سے ناواقفیت اوراس کی ادائیگی سے بےخبری کے اسباب

مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی نیپالی، استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تمھید:

زکوۃ کے وجوب کا تعلق مال کی ایک خاص مقدار سے ہے، جسے نصاب کہتے ہیں اور مال کمانے میں چونکہ انسان محنت ومشقت کرتا ہے اور بڑے پاپڑ بیلتا ہے، اس لئے اس کو اپنی کمائی سے محبت ہونا ایک فطری بات ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے پاس سے مال کا کوئی حصہ نکل جائے اوراس میں کوئی کمی آجائے لیکن جوشخص مال کی حقیقت سے واقف ہےاوراس پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اوراس کے حکم کا پابند ہے، مال اصلاً اللہ کی ملکیت ہے، اس نے عارضی طور پر اسے مالک بنایا ہےاور مال جب اللہ کے حکم سے اس کی خوشنودی کیلئے خرچ کیا جائے تو اسے اللہ کے یہاں اس کا بدلہ اوراجر ملے گا تو وہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا، لیکن جو ایسے نہیں ہیں وہ بخل سے کام لیتے ہیں، غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں برپا تمام تر کشمکش کی جڑ مال ہے، عربی کا مقولہ ہے "المال أساس كل ما يوجد من صراع" مال ہر پائی جانے والی کشمکش کی اساس ہے۔

شریعت اسلامیہ نے مالیات پر بھرپور توجہ دی ہےاوراس کے حلال وحرام کو بیان کردیا ہے، اور مال میں مختلف شکلوں میں سے جو واجبات لازمہ ہیں ان کے احکام بیان کردیئے ہیں، جس طرح اس کے تحفظ وبقاء کے وسائل ذکر کردیئے ہیں کیونکہ مال زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہے اورعصر حاضر میں تمام سیاسی نظاموں کا قضیہ تنافس بنا ہوا ہے بلکہ اس اہم قضیہ نے افراد وجماعات کو مشغول کررکھا ہے، ایک عربی شاعر کہتا ہے:

بالعلم والمال يبنى الناس ملكهم
لم يبن ملك على جهل واقلال

لوگ علم اور مال پر اپنا ملک تعمیر کرتے ہیں، کوئی ملک جہالت وقلاشیت پر تعمیر نہیں ہوا۔

مال کیا ھے؟:

مال کی حقیقت بس اتنی ہے کہ وہ ایک ناپائیدارشی ہےاور ہرایک کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے، کسی کے پاس ٹھہرتا نہیں ہے، بلکہ مستقل گردش میں رہتا ہے، اسی لئے اس کو دولت کہتے ہیں۔

لغت میں مال ''کل ماملکہ الانسان'' (ہروہ چیز جس کا انسان مالک ہے) کو کہتے ہیں، اورفقہاء کی اصطلاح میں "كل مايمكن حيازته والانتفاع به على وجه معتاد شرعا" (ہروہ چیز جس کا تحفظ وحصول اور شرعی طور پر جائز ومعتاد طریقہ سے اس سے انتفاع ممکن ہو) کو کہتے ہیں۔

''مال'' مول سے بنا ہے، اورطبیعت کے میلان اورنفس کی رغبت کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ ملکیت لوگوں کو مرغوب ہوتی ہےاورطبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔

فقھاء کے یھاں مال کی متعدد تعریفات ھیں:

امام شافعی کے نزدیک یہ تعریف ہے:" لايقع اسم المال الا على ماله قيمته يباع بهاوتلزم متلفه وان قلت، ومالا يطرحه الناس مثل الفلس وأشبه ذلك" **مال** اس کو کہتے ہیں جس کی کوئی قیمت ہو، جس سے لین دین ہوتا ہواور وہ قیمت اس کو ضائع کرنے والے پر لازم ہوتی ہو اگرچہ تھوڑی ہواور جس کو لوگ پھینکتے نہ ہوں جیسے روپیہ اوراس کے مشابہ چیز۔

امام محمد کہتے ہیں:"المال كل مايمتلكه الناس من دراهم اودنانير اوحنطة اوشعير اوحيوان اوثياب اوغير ذلك" **مال** ہر

وہ چیز ہے جس کا لوگ مالک بنتے ہیں درہم، دنانیر، یا گیہوں یا جو یا حیوان یا کپڑے یا اس کے علاوہ میں سے۔

ڈاکٹر ابراہیم طحاوی کہتے ہیں: کُلُّ مَاسَخَّرَہُ اللّٰہُ لَنَا مِنْ خَیْرَاتٍ بَراً وَبَحْرًا وَجَوّاً" خشکی وتری اور فضا میں سے جو اللہ نے ہمارے لئے مسخر وتابع کر دیا۔

قانونیوں نے کہا ہے: کل مایمکن حیازتہ وإحرازہ والانتفاع بہ فی العادۃ" ہر وہ شی جس کا حصول سمیٹنا و بٹورنا، محفوظ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا دستوراً ممکن ہو۔ (نظام مصرف زکوۃ)

زکوۃ مشروعیت، حکمت اور مقاصد:

زکوۃ کی فرضیت اور دین کے ایک عظیم رکن ہونے کی حیثیت سے اس کی اہمیت قرآن وحدیث، صحابہ کے عمل اور امت کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے، حقوق اللہ کا سب سے عظیم الشان رکن نماز ہے، اور حقوق الناس کا سرنامہ "زکوۃ" ہے۔

مولانا رضوان اللہ القاسمی مرحوم نے بالکل صحیح لکھا ہے:

"ایمان کا خلاصہ اور اسلام کی تمام تعلیمات کا نچوڑ محض دو باتیں ہیں، جسم وجان کو خدا کی مرضی کے تابع کر دینا اور مال ومتاع میں اسی کے حکم کے مطابق اس کے بندوں کا حق ادا کرنا، انہیں دو باتوں پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے اور ان میں جس قدر کمال وتمامیت کی شان پیدا ہوگی، ایمان کی جڑیں اسی قدر مضبوط ہوتی جائیں گی، نماز جسمانی طور پر تسلیم ورضا کا مظہر ہے تو زکوۃ مالی قربانی کا عکس جمیل ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں ان دونوں عبادتوں کا اکثر ساتھ ساتھ ذکر آیا ہے۔ (اسلام کا نظام عشر وزکوۃ از حرفے چند)

یا بقول مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب: "اسلام کے تمام احکام وہدایات کا خلاصہ دو باتیں ہیں: خدا کی بندگی اور بندگان خدا کی مدد۔

اسلام کی معاشی تعلیمات میں مثبت پہلو کا عنوان زکوۃ کا وجوب ہے اور منفی پہلو کی اساس سود کی حرمت، افسوس کہ خلافت اسلامی اور زکوۃ کی جمع وتقسیم کے نظام اجتماعی سے محرومی نے اس فریضہ کی اہمیت کا احساس بھی دلوں سے رخصت کر دیا، اس وقت مسلمان اہل ثروت کا ایک قابل لحاظ طبقہ تو اپنی بے دینی کی وجہ سے زکوۃ ادا ہی نہیں کرتا ہے اور جو لوگ ادا کرتے ہیں وہ بھی باضابطہ نہیں کرتے، رمضان المبارک کے موقع سے علی الحساب کچھ دیدیتے ہیں اس کی بڑی وجہ لاعلمی اور ناواقفیت بھی ہے۔ (اسلام کا نظام عشر وزکوۃ از ابتدائیہ)

زکوۃ کی فرضیت کا علم تو ہر مسلمان کو ہے، مگر اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں، جب کہ قرآن میں ۳۲ رجگہ اس کا ذکر آیا ہے، زکوۃ کی مشروعیت صحیح قول کے مطابق سن ۲ رہجری میں ہوئی، اس کی فرضیت میں کوئی شبہ نہیں انکار کرنے والا کافر اور فرضیت کا اعتراف کرنے کے باوجود ادانہ کرنے والا فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

زکوۃ کی مشروعیت کی سب سے اعلی وبلند حکمت، صالح معاشرہ اور اس کی خوشحالی وسعادت بختی کے لئے کام کی تیاری، اجتماع تکافل، نفوس کی تطہیر اور کینہ وکپٹ سے ان کو صاف کرنا، دلوں سے حرص وہوس، بخل وحسد نکال کر احسان، عطا وبخشش، مال اور فقیر کے مابین تعاون وتبادل کے جذبہ کی پرورش ہے تاکہ فرد سعادت مند ہو، اور گروہ انسانی سچی اخوت، دائمی محبت اور حیاۃ طیبہ کی لذت سے لطف اندوز ہو سکے۔

زکوۃ کے مقاصد میں چند یہ ہیں:

۱- عبادت مالیہ ہے۔
۲- بخل، حرص اور لالچ سے پاکی ہے۔
۳- کمزوروں کی اعانت اور ضرورتمندوں کی کفالت ہے۔
۴- افراد کے درمیان اجتماعی روح پروان چڑھتی ہے۔
۵- غلطیوں کا کفارہ اور بلاؤں کو دفع کرتی ہے۔
۶- اطمینان وسکون کو عام کرنے کا طاقت وسرچشمہ ہے۔
۷- زکوۃ دینے والے کی شخصیت کو پروان چڑھاتی ہے۔
۸- محبت کھینچ کر لاتی ہے۔
۹- مال پاک کرتی ہے۔

۱۰-اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لئے امتحان ہے۔

۱۱-کام کرنے محنت وکوشش اور جمے رہنے پر آمادہ کرتی ہے اور ابھارتی ہے۔(تفصیل کیلئے ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الطیار کی کتاب الزکوۃ ملاحظہ ہو)

مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی مدظلہ زکوۃ کا مقصد یوں تحریر فرماتے ہیں:''زکوۃ کی روح خدا کا خوف اوراس کی اطاعت ورضا جوئی ہے، زکوۃ کی ادائیگی کا نفسیاتی اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے اللہ پر یقین میں اضافہ،نفس کا تزکیہ وصفائی،کرم وشرافت،سخاوت وفیاضی کے جذبات کوترقی اور قوت ملتی ہے،مالوں میں برکت،دلوں میں الفت ومحبت، معاشرہ میں خوشحالی اور ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے ۔(زکوۃ اور مسئلہ تملیک صفحہ ۹)

آگے زکوۃ کا فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''زکوۃ سماج میں سرمایہ کے انجماد کو روکتی ہے،اس کے ذریعہ ہر سال اصحاب ثروت کے سرمایہ کا معتدبہ حصہ اس محتاج اور نادار طبقہ تک پہنچتا ہے جو ضروریات زندگی تک سے محروم ہے اور فقر وفاقہ کے شکنجہ میں جکڑا ہوا ہے،زکوۃ غیر فطری معاشی ناہمواری کو دور کرتی ہے،زکوۃ دہندگان کے مال کو ناپسندیدہ ذرائع آمدنی کی آلائشوں سے اوران کے دل ودماغ کو بخل،حرص،خود غرضی،استحصال جیسے نفسیاتی امراض سے پاک کرتی ہے۔(ایضا)

احکام زکوۃ سے ناواقفیت او رعدم ادائیگی کے اسباب:

ناچیز راقم السطور کے علم کے مطابق مسلمانوں میں تین طرح کے لوگ ہیں:

(۱) وہ لوگ جو زکوۃ کما حقہ ادا کرتے ہیں،اوراس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی یا غفلت نہیں برتتے اور نہ ہی حیلہ بہانہ ڈھونڈ ھتے ہیں،یہ تعداد بہت تھوڑی ہے۔

(۲) زکوۃ تو ادا کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ انصاف نہیں کرتے بلکہ اندازہ سے کوئی مقدار نکال دیتے ہیں اور ایسے لوگ زیادہ ہیں۔

(۳) تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو زکوۃ فرض ہونے کے باوجود ادا نہیں کرتے بلکہ اکٹھا اور جمع کر کے رکھتے ہیں۔

معاشرہ سے غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کا خاتمہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہر صاحب نصاب زکوۃ کی کامل ادائیگی کرے اوراس کا نظام ایسا بنایا جائے کہ ہر مستحق تک ٹھیک ٹھیک پہنچے،جیسا کہ خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں تھا،مسلمانوں میں زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی اوراس سے غفلت کے بہت سے اسباب ہیں،ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

واعظین اور مقررین کی کوتاهی:

ناچیز راقم الحروف کے نزدیک ایک بنیادی سبب واعظین اور مقررین کی کوتاہی ہے،زکوۃ کے موضوع پر صرف رمضان کے آخری عشرہ میں مسجدوں میں اس کی فضیلت اورعدم ادائیگی کی صورت میں وعید پر ایک آدھ تقریر ہوجاتی ہے،زکوۃ اور عشر کے احکام ومسائل پر روشنی کم ڈالی جاتی ہے،کیونکہ عموماً مقررین حضرات بھی احکام زکوۃ سے ناواقف ہوتے ہیں،مدارس میں کتاب الزکوۃ سال کے آخر میں رواروی کے ساتھ گزار دیا جاتا ہے،اس کی تلافی کی صورت یہی ہے کہ عوام الناس میں رمضان کے علاوہ بھی عام جلسوں میں اور مسجدوں میں احکام زکوۃ بیان کئے جائیں۔

انفاق کی فضیلت سے ناواقفیت:

دوسرا سبب انفاق فی سبیل اللہ اور وجوہ خیر میں خرچ کرنے کی فضیلت اوراس کے اچھے نتائج واثرات سے عدم واقفیت ہے،اگراس پر روشنی ڈالی جائے اور انفاق کی وجہ سے جو دنیاوی برکات وخیرات اور اخروی اجر وثواب ملتا ہے اسے بیان کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اس سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے تو ان کی رغبت اس طرف بڑھے گی اور وہ اپنے کو انفاق پر آمادہ کریں گے،قرآن وحدیث سے مدد لی جائے،مثلاً''وما أنفقتم من شئ فهو يخلفه''تم جو چیز بھی خرچ کروگے اس کا بدلہ ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا''مامن يوم يصبح العباد فيه الاملكان ينزلان فيقول

احدھما اللّٰھم اعط منفقاً خلفاً ویقول الآخر اللّٰھم اعط ممسکاً تلفاً"۔(متفق علیہ)

ہر دن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! روکنے اور کنجوسی کرنے والے کو بربادی عطا کر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے: "واتقوا الشح فإن الشح أھلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دماء هم واستحلوا محارمهم"۔(رواہ مسلم)

اور بخل سے بچو کیونکہ شدید بخل وحرص نے تم سے پہلوں کو ہلاک وبرباد کر دیا ہے، ان کو خونریزی اور عزت وحرمت کی پامالی پر آمادہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس گئے اس حال میں کہ ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: بلال! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ کچھ ذخیرہ کل کیلئے ہے، تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ کل قیامت کے دن اسے جہنم کی آگ میں بھاپ کی طرح اٹھتا دیکھو "أنفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالاً" بلال خرچ کرو اور عرش والے سے فقر وفاقہ کا اندیشہ نہ کرو۔

بخل اور حب مال:

تیسرا سبب مال کی حرص وہوس اور حد سے بڑھی ہوئی محبت اور اس کے نتیجہ میں شح اور بخل ہے، جو آدمی کو حقوق واجبہ کی ادائیگی سے روکتے ہیں اور حق تلفی پر مجبور کرتے ہیں، قرآن نے خود فرمادیا ہے: "وإنہ لحب الخیر لشدید وإنہ علی ذلك لشھید" کہ انسان کی محبت مال سے بہت سخت ہے اور وہ خود بھی اس پر گواہ ہے۔

مال کی حقیقت اور اس میں بندگان خدا کے وابستہ حقوق عوام الناس کے سامنے اجاگر کرنے کی ضرورت ہے اور مال جمع کر کر کے رکھنے یا بٹورنے کی مذمت بیان کی گئی ہے: وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ، الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَہٗ" اور "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَایُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ"۔

جذبہ اخوت کا فقدان اور باھمی تعاون کی کمی:

ہر ایک کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ روز بروز انسان کا جذبہ اخوت گھٹتا اور باہمی تعاون کم ہوتا جارہا ہے، ہمدردی اور غمگساری اس کے اندر سے نکلتی جارہی ہے، رقت قلب کی جگہ سنگ دلی آتی جارہی ہے، اسی وجہ سے وہ لاچار، بے بس وبے کس، معذور ومجبور اور ضرورت مند کو دیکھ کر نظر انداز کر کے گذر جاتا ہے جب کہ اس کی آہ وکراہ سنتا اور اس کی حالت کو بچشم خود دیکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کا دل ذرا بھی نہیں پسیجتا، اس جذبہ کو پروان چڑھانے اور از سرنو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلام سے قبل جاہلی سماجی اور نظام میں محبت واخوت کے رشتے ختم ہوگئے تھے، رحمت والفت معدوم تھی، طاقتور کمزور کو کھائے اور دبائے چلا جارہا تھا، بڑا چھوٹے پر قہر ڈھاتا اور اس کی ملکیت پر اسے بے دخل کر کے قابض ہوجاتا، وہ زکوۃ کو رحمت اور آپسی ربط کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی جنگیں لوٹ گھسوٹ اور طاقت واقتدار کے لئے ہوتی تھیں، یہ جاہلی تصور آج بھی کارفرما ہے اور اپنے کرشمے دکھارہا ہے۔

غیر اسلامی اقتصاد بھی زکوۃ کا قائل نہیں بلکہ یہاں تو کچھ لاگو مادی ٹیکس ہیں، جو سرمایہ دارانہ اور اشترا کی حکومتوں اور ملکوں میں حاکم اور محکوم کے مصالح کے لئے ہیں، اس میں خوشنودی الٰہی مقصود نہیں، لیکن زکوۃ ایک عبادت ہے اور تکافل کا ایک بہتر نظام ہے۔

زکوۃ وصول کرنے والوں کا غلط استعمال:

ایک اور چیز جو مالکان نصاب زکوۃ کو اس کی ادائیگی سے برگشتہ اور متنفر کرتی ہے، وہ چندہ کا دھندہ کرنے والے غلط افراد ہیں جو زکوۃ کو فریب اور دھوکہ دہی اور کذب بیانی اور جعل سازی کے ذریعہ وصول کرتے ہیں اور سال بھر کی تن آسانی کا بسہولت بندوبست کر لیتے ہیں، اس طرح کی حرکت کرنے والوں میں سے کچھ لوگوں کے حالات عوام کے علم اور مشاہدہ میں ہے، اس لئے وہ صحیح طریقہ سے وصولی کرنے اور

جائز مصرف میں لگانے والوں سے بھی بدظن ہیں اور سوچتے ہیں کہ جب ہماری زکوۃ درست استعمال نہیں ہوتی اور ادائیگی نہیں تو نکالنے سے کیا فائدہ؟ یا اتنا ہی نکالو جتنا خود سے مستحقین تک پہنچا سکو۔

اجتماعی زکوۃ کا نظم نہ ہونا:

سب سے اہم اور بنیادی وجہ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے بیت المال کا نظم نہ ہونا ہے، جب تک انفرادی طور پر زکوۃ کی ادائیگی ہوتی رہے گی یہی صورت حال باقی رہے گی، اگر اجتماعی نظام نہ ہوگا اور بیت المال کا نظم قائم نہ کیا جائے گا، اس وقت تک صحیح ادائیگی زکوۃ ممکن نہیں۔

حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی تحریر فرماتے ہیں: ''مسئلہ ادائیگی زکوۃ اسلام میں ایک خاص نظام سے وابستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی زکوۃ کی رقم اپنے امیر کے بیت المال میں داخل کریں یا عمال جب وصولی کے لئے امیر کی جانب سے آئیں تو ان کو بلا عذر ادا کریں، عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں اسی پر عمل تھا اور اس پر سلف کے تمام طبقے کا اتفاق ہے۔

اس کے بعد عہد بنوامیہ، عہد عباسیہ اور عہد عباسیہ کے بعد فتنہ تاتار کے عہد میں صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء امت کا عمل اور فتوی کیا رہا، اس کے متعلق ضرورت ہے کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے ترجمان القرآن مسلمان پیش نظر رکھیں:

بنوامیہ کے زمانہ میں جب نظام خلافت بدل گیا اور حکام ظلم وتشدد پر اتر آئے تو بعض لوگوں کو خیال ہوا، ایسے لوگ ہماری زکوۃ کے کیوں امین سمجھے جائیں، لیکن ''تمام صحابہ'' نے یہی فیصلہ کیا کہ زکوۃ انہی کو دینی چاہئے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ خود اپنے ہاتھ خرچ کر ڈالو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا اب زکوۃ کسے دیں؟ کہا وقت کے حاکموں کو، اس نے کہا "إِذاً يَتَّخِذُوْنَ بِهَا ثِيَاباً وَطِيْباً" وہ تو زکوۃ کا روپیہ اپنے کپڑوں پر اور عطروں میں خرچ کر ڈالتے ہیں، فرمایا "وان" اگر چہ ایسا کرتے ہوں مگر دو انہی کو (ابن ابی شیبہ) کیونکہ زکوۃ کا معاملہ بغیر نظام کے قائم نہیں رہ سکتا۔

صدر اول سے لیکر آخر عہد عباسیہ تک یہ نظام بلا استثناء قائم رہا، لیکن ساتویں صدی ہجری میں جب تاتاریوں کا سیلاب تمام اسلامی ممالک میں امنڈ آیا اور نظام خلافت معدوم ہوگیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ فقہاء حنفیہ کے جس قدر شروح ومتون اور کتب فتاوی آج کل متداول ہیں، زیادہ تر اسی دور میں یا اس کے بعد لکھے گئے ہیں، اس وقت پہلے پہل اس بات کی تخم ریزی ہوئی کہ زکوۃ کی رقم بطور خود خرچ کر ڈالی جائے کیونکہ غیر مسلم حاکموں کو نہیں دی جاسکتی مگر ساتھ ہی ساتھ فقہاء نے اس پر زور دیا کہ جن ملکوں میں اسلامی حکومت قائم نہیں رہی ہے اور اعادہ حالت فوراً ممکن نہیں، وہاں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ کسی اہل مسلمان کو اپنا امیر مقرر کرلیں تاکہ اسلامی زندگی کا نظام قائم رہے، معدوم نہ ہوجائے، لیکن افسوس ہے کہ بعد کو بتدریج اس نظام کی اہمیت سے مسلمان غافل ہوتے گئے اور رفتہ رفتہ یہ حالت ہوگئی کہ لوگوں نے سمجھ لیا، زکوۃ نکالنے کا معاملہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خود حساب کرکے ایک رقم نکال لیں اور پھر جس طرح چاہیں خود ہی خرچ کر ڈالیں، حالانکہ جس زکوۃ کی ادائیگی کا قرآن نے حکم دیا ہے اس کا قطعاً یہ طریقہ نہیں ہے، اور مسلمانوں کی جو جماعت اپنی زکوۃ کسی امین زکوۃ یا بیت المال کو حوالہ کرنے کی جگہ خود خرچ کر ڈالتی ہے، وہ دیدہ دانستہ حکم شریعت سے انحراف کرتی ہے اور یقیناً عنداللہ جوابدہ ہوگی۔

اگر کہا جائے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود نہیں اس لئے مسلمان مجبور ہوگئے اور انفرادی طور پر خرچ کرنے لگے تو شرعاً اور عقلاً یہ عذر مسموع نہیں ہوسکتا، اگر اسلامی حکومت کے فقدان سے جمعہ نہیں ترک کیا گیا جس کا قیام امام وسلطان کی موجودگی پر موقوف تھا تو زکوۃ کا نظام کیوں ترک کردیا جائے؟ کس نے مسلمانوں کے ہاتھ اس بات سے باندھ دیئے تھے کہ اپنے اسلامی معاملات کے لئے ایک امیر منتخب کرلیں یا ایک مرکزی بیت المال پر متفق ہوجائیں یا اقلاً ویسی ہی

انجمنیں بنالیں جیسی انجمنیں بے شمار غیر ضروری باتوں کے لئے بلکہ بعض حالتوں میں بدع ومحدثات کیلئے انہوں نے جابجا بنالی ہیں؟

اسلام نے اجتماعی زندگی کا ایک پورا نقشہ بنایا تھا جہاں اس کے چند خانے بگڑے سمجھ لو پورا نقشہ بگڑ گیا، چنانچہ اس ایک نظام کے فقدان نے مسلمانوں کی پوری اجتماعی زندگی مختل کر دی ہے، لوگ اصلاح کے لئے طرح طرح کے ہنگامے بپا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انجمنوں اور قومی چندوں کے ذریعہ وقت کی مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ڈھونڈھ نکالیں گے، حالانکہ مسلمانوں کے لئے اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا طریقہ ڈھونڈھ نکالیں، سوال یہ ہے کہ اپنے گم گشتہ طریقہ کا کھوج لگائیں، امام ابوعبید اپنی کتاب ''الاموال'' میں لکھتے ہیں: ''دین اسلام انسانوں کو کامیاب اور مثالی زندگی گزارنے کیلئے ''اقامت صلاۃ'' اور ''ایتاءزکوۃ'' کو بھی لازمی قرار دیتا ہے اور چونکہ دین اسلام ہی اللہ تعالی کی طرف سے ایک منظور شدہ دین ہے، لہٰذا تمام انبیاء کی تعلیم میں ''اقامت صلاۃ وایتاءزکوۃ'' کو اساسی حیثیت حاصل رہی۔

زکوۃ کی وصولی اور اسے تقسیم کرنے کی ذمہ داری تمام تر حکومت اسلامی کا فریضہ ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ یہ نظام جب تک قوت سے جاری رہا مسلمانوں میں افتراق وتشتت جگہ نہ پا سکا، صدیق اکبر کے عہد میں جب بعض قبائل نے ''نظام زکوۃ'' خلل اندازی کرنے کی کوشش کی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی زکوۃ بجائے بیت المال میں داخل کرنے کے نجی طور پر تقسیم کریں گے، تو حضرت ابوبکر نے شدت سے ان کی یہ تجویز رد کر دی، نہ صرف رد کر دی بلکہ ان کے خلاف جنگ کر کے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ ''زکوۃ'' حکومت کو دیں، اس طرح اس دانائے راز نے اپنی اصابت رائے اور حکمت عملی سے مسلمانوں کی امامت وجماعت کا نظام درہم برہم ہونے سے بچا لیا اور اس گروہ کو جس نے ''زکوۃ'' نجی طور پر ادا کرنا چاہی وہ باغی متصور کیا۔

زکوۃ ایک ایسا مالی نظام ہے جسے اسلامی حکومت اپنی نگرانی میں اس لئے قائم کرتی ہے کہ ملک سے فقر واحتیاج کا سد باب کر کے عوام کو زیادہ سے زیادہ خوش حال وآسودہ بنائے، اگر اسلامی مملکت میں رہتے ہوئے حکومت کے تحت یہ نظام چلانے کے لئے کسی سبب سے مسلمان تیار نہ ہوں تو ان مسلمانوں کو جبراً اس نظام کا پابند کیا جائے گا، کیونکہ اس کے بغیر مسلمانوں کا اقتصادی نظام استوار نہ ہو سکے گا اور جب کسی قوم کی اقتصادی مشکلات حل نہ ہو سکیں گی تو وہ حیوانی سطح سے ترقی کر کے انسانی عظمت کو پا سکیں گے، نہ ان میں اجتماعی نظم پیدا ہوگا، نہ فکری بلندی پیدا ہوگی۔ (کتاب الاموال اردو جلد۲ رصفحہ۵۳)

زکوۃ جس علاقہ کے امیروں سے لی جائے گی اس علاقہ کے محروموں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے گی، جب تک ان میں سے ایک بھی ضرورت مند اور بے روزگار رہے گا اس علاقہ کی زکوۃ کا زیادہ مستحق وہی ہوگا: ''معاشرہ میں دولت کی محبت، معاشی لوٹ گھسوٹ، دولت کی تونگری میں گردش، حاجتمندوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا، حاجت مندوں اور غریبوں کا ایک طبقہ مستقل موجود رکھنا، یہ وہ پلیدیاں ہیں جن کی موجودگی میں کسی معاشرہ کا اسلامی ہونا ناممکن ہے، اور زکوۃ ان بیماریوں کا منظّم ومکمل علاج ہے، زکوۃ جہاد بالمال ہے اور جہاد اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب وہ ایک نظام کے تحت کیا جائے''۔

ان تفصیلات کی روشنی میں زکوۃ جو ایک عبادت ہے اور تکافل کا ایک بہتر نظام ہے اور اس سے اسلام کے عام اصول "کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم" کا ایک حصہ پورا ہوتا ہے، اور وہ ہے تکافل اور اجتماعی ومعاشرتی رعایت اسلامی سوسائٹی میں زکوۃ زندگی کے تمام نظاموں سے متعلق ہے، دینی نظام سے متعلق ہے کہ وہ ایک عبادت ہے، مالی نظام سے اس لئے کہ وہ ایک معلوم ومتعین مالی حق ہے، اس لئے وہ عبادت مالیہ ہے، اخلاقی نظام سے اس کا تعلق اس لئے کہ وہ نفس کے تصفیہ وتزکیہ سے مربوط اور محبت والفت پر باقی رکھنے سے ہم آہنگ ہے، ان تمام مذکورہ بالا اسباب کی روشنی میں حل پیش کرنے اور تدارک اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

جائزہ

غزہ اور اسرائیل جنگ بندی
غزہ کے لئے ایک بڑی فتح

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

صہیونی غاصب ریاست اسرائیل کی طرف سے غزہ پٹی کے نہتے شہریوں پر زبردستی تھوپی گئی جنگ جو ۸؍جولائی ۲۰۱۴ کو شروع ہوئی تھی، آخر کار پچاس دنوں کی لمبی مدت کے بعد منگل ۲۶؍اگست ۲۰۱۴ء کی شام کو حماس فلسطینی اتھارٹی اسلامی جہاد اور اسرائیل کے درمیان باہمی گفت وشنید کے بعد بند ہوگئی، قطر و مصر کی ثالثی میں تیار کئے گئے طویل مدتی معاہدے پر فریقین نے متفق ہوکر جنگ بندی کا اعلان کردیا، اس سے پہلے بھی مصدر نے فائر بندی کے لئے ثالثی کا رول ادا کیا تھا لیکن اس وقت اسرائیل کے سامنے کچھ شرائط نہیں رکھی گئی تھی بلکہ یہ کہا گیا تھا کہ پہلے ''فائر بندی'' پھر شرائط پر غور وخوض کیا جائے گا، یہی وجہ تھی کہ حماس نے اس موقع سے مصر کی ثالثی اور فائر بندی کی پیشکش کو یہ کہہ کر مسترد کردیا تھا کہ مصری حکومت کی جانب سے فائر بندی کی جو تجویز پیش کی گئی ہے وہ شکست خوردہ اور بزدلانہ ذہنیت کی پیداوار ہے، جسے غیور فلسطینی عوام کسی صورت میں قبول نہیں کرسکتے ،مگر اس بار معاہدہ پر اتفاق اس لئے ہوسکا کہ حماس کی پیش کردہ کچھ اہم شرائط کو اسرائیل نے قبول کیا، پھر جنگ بندی ہوسکی۔

حماس کی طرف سے پیش کردہ جن اہم شرائط کو اسرائیل نے فوری طور پر قبول کیا ہے ان میں غزہ کی تمام سرحدی چوکیوں کا کھولنا اور غزہ کے ساحل پر فلسطینی ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑنے کی جگہوں پر ۱۲؍بحری میل تک توسیع شامل ہے، اس توسیع کے بعد مچھلی پکڑنے کی جگہ پہلے کے مقابلے میں دوگنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے، درمیان جون میں تین اسرائیلی لڑکوں کے اغوا اور ہلاکت کے بعد گرفتار کئے گئے پچاس فلسطینیوں کی رہائی اور غزہ میں طیران گاہ اور بندرگاہ کی تعمیر کے مطالبات پر ایک مہینہ بعد ہونے والے مذکرات میں گفتگو کی جائے گی، حماس والوں کی شرائط کی قبولیت کے ساتھ جنگ بندی کو فلسطینیوں نے عموماً اور اہالیان غزہ نے خصوصاً فتح شمار کیا اور خوشی میں پورے غزہ پٹی میں جشن کا ماحول تھا، ہر طرف سے تکبیر کی صدائیں بلند ہورہی تھی۔

ٹائم کی رپورٹ کے مطابق جنگ بندی کی خبر آتے ہی حماس کے ترجمان سمیع ابوزہری نے نیوز کانفرنس میں کہا کہ ہم غزہ کے لوگوں کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے گھروں، بچوں اور دولت کی قربانی پیش کی، اپنے مقصد کے حصول کے بعد اللہ کی مدد سے، آج ہم فتح کا اعلان کرتے ہیں، نیتن یاہو اہالیان غزہ کو خود سپردگی کروانے کی کوشش میں ناکام رہا، ہاں ہم نے اسرائیل کو اپنے حوصلہ اور مقابلہ سے شکست دیا ہے، ہم اپنے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہیں اور کھڑے رہیں گے، ہم انہیں نہیں چھوڑ سکتے ہیں، حماس کے ایک دوسرے لیڈر محمود الزہر نے غزہ میں ہزاروں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا ''اہالیان غزہ کیلئے اب ہم طیران گاہ اور بندرگاہ بھی بنانے جارہے ہیں، اگر کسی نے ہمارے طیران گاہ اور بندرگاہ پر حملہ کیا تو ہم بھی اس کے طیران گاہ پر حملہ کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ میں اسرائیل کا جتنا مالی نقصان ہوا ہے کہ اسرائیل کے پاس اس کے علاوہ کوئی آپشن نہیں تھا کہ وہ حماس کے ساتھ مذاکرات کرے، جس کو وہ دہشت گرد سے تعبیر کرتے تھے اور اچھوت سمجھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی طرف سے پیش کی گئی شرطوں کو قبول کرے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسرائیل کو حماس کے نمائندہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے مجبور ہونا پڑا، اگر ایسا نہیں ہوتا تو اہالیان غزہ کی ایمانی قوت صہیونیوں کو اس بار چین کی نیند میسر نہیں ہونے

دیتے اور ان کو مالی نقصان کے ساتھ ڈر وخوف کے سائے میں دن ورات گزارنا ہوتا، لہٰذا شکست خوردگی اور ہزیمت کی صورت میں اسرائیل کو مجبور ہوکر جنگ بندی پر آمادہ ہونا پڑا۔

جنگ بندی کی خبر پر اسرائیلی حکومت نے شروع میں شرمندگی سے کوئی بیان جاری نہیں کیا، پھر بعد میں اسرائیلی حکومت کے ترجمان مارک ریگیو نے ''بی بی سی'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ فائر بندی اسرائیل کا بنیادی مقصد اپنے شہریوں کو محفوظ رکھنے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، یہ معاہدے حماس کو غزہ سے اسرائیل مخالف ساری سرگرمیوں کو ختم کرنے کا پابند بناتا ہے، اب اگر ایسا ہوتا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا تو یہ ہماری فتح ہے، دوسری طرف جنوبی اسرائیل کی مقامی کونسل کے ہیڈ نے کہا کہ ہم اس جنگ بندی کے معاہدے کو کلی طور پر مسترد کرتے ہیں، اٹمار شیمونی نے اس معاہدہ کو دہشت گردوں کے سامنے خود سپردگی سے تعبیر کیا، اس نے مزید کہا کہ ہم ''یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ حماس والے ہمارے سامنے شکست خوردگی کی حالت میں زندگی کی بھیک مانگنے آئیں، لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اسرائیل مذاکرات کی میز کی طرف دوڑتے ہوئے جنگ بندی کی کسی بھی تجویز کو قبول کرنے کو ایک غنیمت سمجھ رہا ہے''۔

بہت سے لوگوں بلکہ کچھ مسلمانوں کا بھی یہ کہنا تھا کہ اسرائیل کے مقابلے میں حماس کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا ان کو خاموشی سے جنگ بندی کی کسی طرح کی بھی پیش رفت کا استقبال کرتے ہوئے محاذ سے پیچھے ہٹ جانا چاہئے، ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایک سچا پکا مسلمان ہتھیاروں اور فوج کی تعداد پر اعتماد نہیں کرتا، بلکہ اس پاک پروردگار پر یقین کرتا ہے، جس نے اپنے گھر کعبہ شریف کی حفاظت کیلئے ابرہہ کے بہت سے لشکر اور ہاتھی کو سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیوں کو چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ڈال کر برباد وہلاک کیا تھا، پھر وہ لوگ یہ کیسے بھول جاتے ہیں کہ مسلمانوں نے غزوہ بدر میں ۳۱۳ر ہوکر بھی ۹۵۰ر مشرکین سے فتح حاصل کی، غزوۂ احد میں ۷۰۰ر ہوکر مشرکین کے ۳۰۰۰ر کے لشکر کو للکارا، غزوہ خندق صرف ۳۰۰۰ر رہ کر بھی ۱۰۰۰۰ر دشمنوں کو ناکام ونامراد کردیا، غزوہ خیبر میں ۱۶۰۰ر کی تعداد میں ہوکر ۱۴۰۰۰ر مخالفین کو شکست دی اور غزوہ موتہ میں ۳۰۰۰ر ہوکر بھی ایک لاکھ دشمنوں سے مقابلہ کیا، یہ مبارک سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ غزوہ حنین، غزوۂ یرموک، فتح مکہ مکرمہ وغیر کی بھی تاریخ پڑھی جاسکتی ہے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا: ''اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو''۔ (سورۂ ال عمران آیت ۱۳۹)

بدقسمتی یہ ہے کہ عالم اسلام کے حکمراں قضیہ اقصی وفلسطین کی حساسیت کو سمجھنے کے باوجود بھی اسے سنجیدگی سے نہیں لے رہے ہیں، نہیں تو ان ناپاک صہیونیوں کی کیا مجال تھی کہ مسجد اقصی کو ہتھیانے کی ناجائز کوشش کرتا اور فلسطینیوں کے لئے ان کے گھروں کو ہی جیل بناکر، ان کی زندگی سے کھلواڑ کرتا، اگر وہ حکمراں ان مسائل کو سنجیدگی سے لیتے تو اس کو حل کرنے کے لئے سالوں سال کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ مہینوں اور دنوں میں حل ہوگیا ہوتا، اللہ ان حکمرانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

حماس والوں کا اعتماد ویقین اللہ پر ہے، لہٰذا حماس نے اس جنگ میں اسرائیل کے خلاف اپنے حوصلے کا مظاہرہ اس طرح کیا ہے کہ اس سے پہلے بھی عرب افواج نہیں کرسکی، اسرائیل کے چوسٹھ فوجیوں اور چھ شہریوں کو واصل جہنم کرنے میں حماس کامیاب رہا، جب کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے جسے صہیونیت زدہ میڈیا نے کبھی رپورٹ نہیں کیا، مزید یہ کہ غزہ کی سرحد سے متصل غصب شدہ زمینوں پر زبردستی بسنے والے سیکڑوں اسرائیلیوں کو گھر چھوڑ کر دوسری جگہوں پر منتقل ہونے پر مجبور کیا۔

اس جنگ میں صہیونی غاصب ریاست اسرائیل نے ہزاروں انسان کا ناحق خون بہایا اور دوسرے ہزاروں لوگوں کو زخمی کرکے ان کی بچی کچھی زندگی کو ایک بے وجہ بنادیا...... ﴿بقیہ صفحہ ۴۳ر پر﴾

دعوت فکر

ملالہ کے ساتھ یورپ کی مسلسل مہربانی

مولانا شمس تبریز قاسمی، ایڈیٹر بصیرت آن لائن، دیوبند

بالآخر دختر پاکستان ملالہ یوسف زئی اپنی کامیابی کی آخری منزل تک پہنچ چکی ہے، اپنی عمر سے زیادہ انٹرنیشنل انعام یافتہ ملالہ نے نوبل انعام کا خواب بھی بہت جلد پورا کرلیا، نوبل انعام کے آغاز سے لے کر اب تک کے 113/سال کے دوران ملالہ دنیا کی پہلی کم عمر ترین ہے جسے یہ اعزاز ملا ہے، سترہ سالہ ملالہ کو یہ ایوارڈ ہندوستان کے ساٹھ سالہ کیلاش ستیارتھی کے ساتھ مشترکہ طور پر دیا گیا ہے، ملالہ اور کیلاش کو یہ ایوارڈ بچوں اور نوجوانوں کے استحصال کے خلاف جدوجہد اور بچوں کی تعلیم کے لیے کی جانے والی کوششوں پر دیا گیا ہے، نوبل کی انعامی رقم تقریباً 12 لاکھ ڈالر ہے، یہ رقم دونوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کی جائے گی، سال رواں نوبل امن ایوارڈ کیلئے 278/امیدوار نامزد ہوئے تھے، نوبل ایوارڈ 10/دسمبر کو ناروے کے دارالحکومت ''اوسلو'' میں دیا جائے گا۔

ملالہ کو اپنی اس کم عمری میں اقوام متحدہ میں خطاب اور امریکی صدر اوبامہ سے ملاقات کا اعزاز حاصل ہے، ملالہ کو جن ملکی اور عالمی اعزازات سے نوازا گیا ہے، ان میں نیشنل یوتھ پیس پرائز، ستارہ شجاعت، مدر ٹیریسا میموریل ایوارڈ، روم پرائز فار پیس، سیموں دا بوار پرائز، ضمیر کی سفیر ایوارڈ، ایمنسٹی انٹرنیشنل، کلنٹن گلوبل سٹیزن ایوارڈ، سخاروف پرائز برائے آزادی، وومن آف دا ائیر، گلیمر میگزین، اعزازی ڈاکٹر آف سول لاء، کینیڈا، سکول گلوبل ٹریڈر ایوارڈ شامل ہیں۔

نوبل انعام سال 2014ء کے لئے ملالہ یوسف زئی کے انتخاب کے بعد پاکستان میڈیا میں تہلکہ مچا ہوا ہے، دانشوران، مفکرین سیاست داں اور صحافی سبھی اسے پاکستان کی بہت بڑی کامیابی قرار دے رہیں، پاکستان کے ایک اخبار ''نوائے وقت'' نے اداریہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ دختر پاکستان کو نوبل انعام ملنے کے بعد پاکستان اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوگیا ہے جس کی خاطر وہ ہندوستان سے الگ ہوا تھا اور جس پاکستان کا قائداعظم نے خواب دیکھا تھا۔

''پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، قائداعظمؒ بھی اسی حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہی تعلیمی نظام کے حق میں تھے، جن مذہبی لیڈروں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی ان کے مذہبی اور سیاسی وارثوں کے زیر انتظام دینی مدرسوں کے فارغ التحصیل تاہم فارغ التحصیل طالبان نے طالبات کے کئی مدرسوں کو تباہ کردیا اور اپنی مرضی کی شریعت کے مطابق قوم کی بیٹیوں پر علم کے دروازے بند کردیئے، پاکستان کی بیٹی ملالہ یوسف زئی کے لئے نوبیل امن انعام کا اعلان دراصل حقیقی اسلام کی فتح اور قائداعظم کے مشن کی کامیابی ہے اور ہتھیار بردار شریعت کے علمبرداروں کی ناکامی'' انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق نوبل انعام ایک سوئیڈش سائنس دان الفرڈ بن ہارڈ نوبیل کی یاد میں دیا جاتا ہے، نوبیل ۲۱/اکتوبر 1833ء میں سٹاک ہوم کے مقام پر جو کہ سوئیڈن کا دارالحکومت ہے پیدا ہوا اور 10/دسمبر 1896ء کو اٹلی میں فوت ہوا، نوبیل ایک کیمیا دان اور انجینئر تھا، ڈائنا مائٹ کا موجد اور سائنٹسٹ تھا، جنگی آلات، بارود اور تارپیڈو وغیرہ پر تحقیقات کرتا رہا، بالآخر اس نے جنگی آلات تیار کرنے والی دنیا کی سب سے نامور کمپنی بوفورز کمپنی خرید لی، ڈائنا مائٹ کے تجربات کرتے کرتے اس کے بھائی کی اور تین اور اشخاص کی موت واقع ہوئی، جو اس کے تجربات کی بھینٹ چڑھ گئے۔

مرتے وقت اس نے کچھ رقم مخصوص کر کے وصیت کی کہ فزکس،

فزیالوجی، کیمسٹری، میڈیسن، ادب اور امن کے شعبوں اور میدانوں میں نمایاں اور امتیازی کارنامہ سرانجام دینے والے کو اس رقم کے سود میں سے انعام دیا جائے، اس کی وصیت کے مطابق ایک فاونڈیشن بنائی گئی جس کا نام نوبیل فاونڈیشن رکھا گیا، یہ فاونڈیشن ہر سال 15 انعامات دیتی ہے، ان انعامات کی تقسیم کا آغاز دسمبر 1901ء میں ہوا جو کہ الفرڈ نوبیل کی پانچویں برسی تھی۔

نوبل انعام ایک طلائی تمغہ اور سرٹیفکیٹ اور رقم پر مشتمل ہوتا ہے، وقف کی اصل رقم (اس زمانہ کہ ایکس چینج کے مطابق) تراسی لاکھ گیارہ ہزار ڈالر تھی، وصیت یہ کی گئی تھی کہ اصل رقم بینک میں محفوظ رہے گی اور اس کے سود سے انعامات کی رقم پانچ شعبوں میں مساوی تقسیم کی جائے گی، ہر شعبہ میں اگر ایک ہی آدمی انعام کا مستحق قرار دیا جائے تو اس شعبہ کے حصہ کی پوری انعامی رقم اس کو دی جائے اور اگر کسی شعبے میں ایک سے زائد افراد کے نام (جن کی تعداد تین سو سے زیادہ کسی صورت نہیں ہونی چاہیے) انعام کے لئے تجویز کیے جائیں تو اس شعبہ کے حصہ کی سودی رقم ان افراد میں برابر تقسیم کر دی جائے، ایک شرط یہ بھی رکھی گئی کہ اگر مجوزہ شخص انعام وصول کرنے سے انکار کر دے تو اس کا حصہ اصل زر میں شامل کر دیا جائے۔

ان انعامات کی تقسیم میں تقسیم کنندگان کی کچھ سیاسی و مذہبی مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں اور جن افراد کو ان انعامات کے لئے منتخب کیا جاتا ہے، ان کے انتخاب میں بھی یہی مصلحتیں جھلکتی ہیں، چنانچہ ان سینکڑوں افراد کے ناموں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالئے جن کو نوبل انعام سے نوازا گیا تو ان میں آپ کو سب کے سب یہودی، عیسائی، اور دہریئے نظر آئیں گے، سویڈن کے منصفوں کی نگاہ میں پوری صدی میں ایک مسلمان بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو طب، ادب، طبعیات وغیرہ کے کسی شعبہ میں کوئی اہم کارنامہ سرانجام دے سکا ہو، ہر شخص منصفان سویڈن کی نگاہِ انتخاب کی داد دے گا، جب وہ یہ دیکھے گا کہ رابندر ناتھ ٹیگور ہندو کو بنگالی زبان کی شاعری پر، جاپانی ادیب کو اپنی زبان میں ادبی کارنامے پر اور جنوبی امریکہ کی ریاستوں کے باشندوں کے اپنی زبان میں ادبی کارناموں کو مستند سمجھتے ہوئے لائق انعام سمجھا گیا، لیکن ہندوپاک کے کسی ادیب، کسی شاعر اور کسی صاحب فن کی طرف منصفان سویڈن کی نظریں نہ اٹھ سکیں کیوں صرف اس لئے کہ وہ مسلمان تھے؟؟ مثال کے طور پر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانا توئیؒ اور سرسید احمد خاںؒ کو لے لیجئے جن دونوں نے ہندوستان میں تعلیم کے فروغ کے لئے کس قدر اہم کا کارنامہ انجام دیا ہے ہندوستان میں دینی اور عصری تعلیم کے فروغ کا سہرا انہی دونوں شخصیتوں کے سر جاتا ہے، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کو لیجئے، پوری دنیا میں ان کے ادب و زبان کا غلغلہ بلند ہے، انگلستان کے نامور پروفیسروں نے ان کے ادبی شہ پاروں کو انگریزی میں منتقل کیا، لیکن وہ نوبل انعام کے مستحق نہیں گردانے گئے ہیں، ہندوستان کی جن شخصیات کو اب تک یہ انعام ملا ہے ان سب کے پیچھے مغربی مفاد ہی کارفرما ہے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے اسی انعام میں دیکھ لیجئے کیلاش سیتارٹھی کو حقوق اطفال کی جنگ لڑنے کے لئے یہ ایوارڈ دیا گیا ہے کیوں کہ بچوں کے حقوق کے تئیں ان دنوں یورپ میں سرگرمیاں تیز ہیں، ورنہ اور بھی لوگ ہیں جو ہندوستان میں فروغ امن کے برسوں سے جدوجہد کر رہے ہیں۔

جہاں تک بات ہے ملالہ کی تو اس کو نوبل انعام اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کے صلہ میں ملا ہے، ڈارھی، پردہ، قرآن، اسلامی تعلیمات، جہاد اور علماء کا مذاق اڑانے کے صدقے میں ملالہ کو اس منزل تک پہنچنے میں کامیابی ملی ہے، ایک اسلام دشمن کو نوبل انعام سے نواز کر مغرب نے یہ کھلا اعلان بھی کیا ہے کہ صلیبی بادشاہ گروں کے ایوارڈز اور انعام واکرام صرف اور صرف اسلام کے ننگ دین وملت کرداروں کے لئے دستیاب ہیں، ملالہ کا سب سے بڑا وکیل گورڈن براؤن وہی ہے جس نے عراق پر حملہ کرنے کیلئے نہ صرف برطانوی پارلیمنٹ میں ووٹ دیا بلکہ دھواں دار تقریر بھی کی تھی، جس کے نتیجے میں عراق پر وہ جنگ مسلط کی گئی جس نے لاکھوں لوگوں سے صرف تعلیم

کا نہیں بلکہ زندگی کا حق بھی چھین لیا۔

ملالہ کے تئیں امریکہ اور یورپ کی اس تمام ہمدردی اور مہربانی کے پس پردہ ایک بہت بڑی سازش ہے، جس اسکول وین پر اکتوبر 2012 میں طالبان کے ذریعہ ملالہ پرحملہ کا واقعہ دیکھایا گیا تھا اس کے فرضی ہونے پر اہم ترین ثبوت آ چکے ہیں، لندن میں اس کے علاج کا سارا واقعہ بھی فرضی ہے، ملالہ کے بہانے یورپ براہ راست اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رہا ہے، بات کی اگر کی جائے ملالہ کے تعلیمی جدوجہد کی تو اس کی حقیقت بس اتنی ہے کہ وہ سوات میں بچیوں کی تعلیم کے لئے گل مکئ کے نام سے اپنی ڈائری لکھتی تھی، جس میں اس نے بچیوں کے لیے تعلیم کی ضرورت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ طالبان کے اقدامات پر تنقید کی تھی، گل مکئ کی یہ ڈائری ایک غیر ملکی خبر رساں ادارے نے نمایاں طور پر شائع کی تھی؛ لیکن اس سے ہزار گناہ آگے پاکستان کی ایک ہونہار بیٹی عافیہ صدیقی کی خدمات اور قابلیت ہے جو ان دنوں امریکی جیل میں بند ہے حقیقت تو یہ ہے ملالہ کا عافیہ سے کوئی تقابل ہی نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن عافیہ کے تئیں پاکستان حکومت خاموش ہے اس میں اتنی جرات وہمت نہیں ہے کہ وہ امریکہ سے اس کی رہائی کا مطالبہ کرسکے، پہلی مرتبہ آئی ایس آئی ایس نے امریکہ سے عافیہ صدیقی کی رہائی مطالبہ کیا ہے۔

امریکہ ملالہ کو بے شمار اعزازات واکرامات سے نواز کر اسے پاکستان کی سیاست میں لانا چاہتا ہے، ملالہ نے پاکستان کی سیاست میں آنے کا اشارہ بھی دے رکھا ہے، اس کے سیاست میں آنے کے بعد امریکہ اور یورپ کو پاکستان میں اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا موقع ملے گا، پاکستان کی اسلامی تحریکوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی، مدارس کی خلاف تحریک چلائی جائے گی۔

ملالہ کیا چاہتی ہے، اس کا نظریہ کیا ہے، اسلام سے اس کا رشتہ کیسا ہے اور مستقبل میں وہ کیا کرنا چاہتی ہے، اس کے عزائم کیا ہیں؟ وہ سب کچھ ملالہ نے اپنی کتاب آئی ایم ملالہ میں لکھ دیا ہے، چند اہم اقتباسات آپ بھی دیکھ لیں: ’’سوات بدھ حکمرانوں کی مملکت تھا محمود غزنوی اپنے ساتھ اسلام لے آیا اور حکمراں بن بیٹھا، ہمیں بدھا کے مجسموں پر فخر تھا جنہیں طالبان نے توڑ دیا‘‘۔

جنرل ضیاء الحق ایک ڈراونا شخص تھا اسکی آنکھوں کے گرد پانڈہ کی طرح سیاہ حلقے تھے اور دانت ہوشیار باش کی حالت میں کھڑے نظر آتے، میرے والد کے مطابق ضیاء الحق سے پہلے ملا ایک نشان تمسخر ہوا کرتا تھا جو شادیوں میں کسی کونے کھدرے میں چھپا بیٹھا رہتا اور جلدی واپس چلا جاتا۔

ہمارے ملک میں ہاکی ایک نمایاں کھیل رہا ہے مگر ضیاء الحق نے عورتوں کو نیکر کے بجائے ڈھیلی ڈھالی شلواریں پہنا دیں۔

درسی کتاب دینیات کو اسلامیات میں بدل دیا گیا جو آج بھی رائج ہے، مسجد کے مولویوں نے جہاد کو اسلام کا چھٹا رکن بنا دیا، پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا جانے لگا، ہماری درسی کتابوں میں یہودیوں اور ہندووں پر لعن طعن کی گئی۔

سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف آئی ایس آئی کے ملا نے احتجاج شروع کیا، لیکن میرے والد اس کے اظہار آزادی کے حق کو تسلیم کرتے تھے، ہمارے شہر میں لوگوں کو لالٹین جتنی لمبی داڑھی اور عورتوں کو برقع پہننے پر مجبور کیا جاتا، برقع بھی ایسا جیسے شٹل کاک کے اندر چل رہی ہوں، گرمیوں میں ایک کیتلی کی طرح لگتا ہے‘‘۔

ملالہ نے ابھی سے وہ کام کرنا شروع کر دیا ہے جو اب تک سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کا ہاتھوں انجام پارہا تھا جس کا اہم ثبوت ملالہ کی کتاب کا یہ اقتباس ہے: ’’یہ کتاب سلمان رشدی کی ’’دی سیٹانک ورسز‘‘ تھی، اور یہ نبی کی زندگی کی نقل تھی جسے بمبئی میں دکھایا گیا تھا، مسلمانوں نے بڑے پیانے پر اس کتاب کو گستاخانہ سمجھا اور اس نے اتنا ہنگامہ کھڑا کیا کہ لوگ کسی اور چیز پر کم ہی بات کرتے، عجیب بات یہ تھی کہ کسی نے کتاب کی بارے میں اس جانب توجہ ہی نہیں دی کہ یہ حقیقتاً پاکستان میں فروخت کے لیے تھی ہی نہیں لیکن اردو اخبارات میں ایک ملاّ، جو انٹیلی جنس سروس سے قریبی تعلق رکھتا تھا، کی جانب سے

متعدد مضامین میں کتاب کو نبی کی شان میں گستاخانہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ مظاہرہ کرنا اچھے مسلمانوں پر فرض ہے، جلد ہی پاکستان بھر کے ملاّ کتاب کی مذمت کرنے شروع ہوگئے، اور اس پر پابندی عائد کرنے لگے، اور اشتعال انگیز مظاہرے منعقد کیے، سب سے پر تشدد مظاہرہ 12 فروری 1989ء کو اسلام آباد میں ہوا جہاں امریکن سینٹر کے سامنے امریکی جھنڈے نذر آتش کیے گئے، حالانکہ رشدی اور اس کی کتاب کا ناشر برطانوی تھے، پولیس نے مظاہرین پر فائرنگ کی اور پانچ افراد مارے گئے، اس کتاب پر غصہ صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دیگر ملکوں میں بھی تھا، دو دن بعد ایران کے رہنما آیت اللہ خمینی نے ایک فتویٰ صادر کیا جس میں رشدی کو قتل کرنے کا کہا گیا۔

میرے والد کے کالج میں اس معاملے پر ایک زبردست مباحثہ ہوا، کئی طلبہ نے مطالبہ کیا کہ کتاب پر پابندی عائد کردینی چاہیے اور اسے جلا دینا چاہیے اور فتویٰ درست ہے، میرے والد نے بھی کتاب کو اسلام کے حوالے سے ناپسندیدہ قرار دیا لیکن وہ آزادی اظہار رائے پر یقین رکھتے ہیں، سب سے پہلے کتاب پڑھیں اور پھر اس کا جواب کتاب سے کیوں نہ دیں، انہوں نے رائے دی، انہوں نے گرج دار آواز میں سوال کیا، ایسی آواز جس پر میرے دادا کو فخر ہوگا، کہ کیا اسلام اتنا کمزور مذہب ہے کہ وہ اپنے خلاف لکھی گئی ایک کتاب کو بھی برداشت نہیں کر سکتا؟ یہ تو میرا اسلام نہیں ہے''۔

یہ ہے ملالہ کی حقیقت اور اصلیت جس کا اظہار ابھی سے شروع ہو چکا ہے، مسلمان لڑکی کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی شعائر کے خلاف ابھی سے اس نے تحریک چلانی شروع کردی ہے، اپنا آئیڈیل اور رہنما اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کرنے کے بجائے یورپی اور امریکی لیڈروں کو منتخب کیا ہے، اپنی پوری کتاب میں کہیں بھی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ صلاۃ وسلام نہیں لکھا ہے۔

ملالہ نوبل امن انعام حاصل کرنیوالوں کی اسی صف میں ٹھیک ہے جس میں اسرائیل کے تین قاتل وزرائے اعظم بیگن، اسحٰق رابین اور شمعون پیرس بھی کھڑے ہیں، نوبل انعام لیتے ہوئے ان کے ہاتھ ہزاروں معصوم فلسطینیوں کے خون سے رنگے ہوئے تھے، اس فہرست میں عراق، افغانستان، اور پاکستان میں معصوموں کی جانیں لینے والا بارک اوباما اور مسلم امہ کا سب سے بڑا دشمن ہنری کسنجر بھی کھڑا ہے، آئندہ دنوں میں ملالہ بھی یہی سب کچھ کرے گی اور انہیں مقاصد کے حصول کے لئے امریکہ اور یورپ کی ملالہ پر مسلسل مہربانی ہو رہی ہے۔

❁❁❁❁❁

﴿بقیہ ......صفحہ ۳۹؍ کا﴾ اسی طرح ہزاروں کی تعداد میں مکان ودکان، مساجد ومدارس، اسکولس، کالجز اور یونیورسٹیوں اور درجنوں سے زیادہ بلند وبالا عمارتوں کو زمین بوس کیا ہے، کوئی بھی انصاف پسند مؤرخ جب ہمارے اس دور کی تاریخ رقم کرے گا، تو نیتن یاہو، یہود اولمرٹ اریل شیرون جیسے اسرائیلی حکمرانوں کو انسانیت دشمن ہٹلر، ہلاکو اور چنگیز کے سچے پکے جانشینوں میں شمار کرے گا۔

مڈل ایسٹ مونیٹر کی رپورٹ کے مطابق اس دہشت گردی اور نسل کشی میں اسرائیلی درندوں نے ۱۰۴۵؍ نہایت ہی معمر اور ضعیف لوگ تھے، جب کہ گیارہ ہزار لوگوں کو زخمی کیا ہے، اسی طرح اسرائیلی سفاکوں نے زمینی اور فضائی حملوں میں تقریباً ۱۵۶۷۰؍ گھروں کو نقصان پہنچایا ہے، جس میں ۲۲۷۶؍ گھر مکمل طور پر ختم ہوگئے ہیں، ۱۹۰؍ مسجدوں پر حملہ ہوا، جن میں سے ۲۴؍ اسکولس زمین بوس ہو چکا ہے، مکانوں کی تباہی وبربادی کی وجہ سے تقریباً پانچ لاکھ شہری خانہ بدوشوں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، مختصر لفظوں میں کہ غزہ پورے طور پر تباہ ہو چکا ہے، مگر اس تباہی وبرباد کے ساتھ ایک بہت بڑی کامیابی یہ ملی ہے کہ ۲۰۰۷ء سے جو غزہ پٹی دنیا کا سب سے بڑا جیل بنا ہوا تھا اور اس کے مکین جو کہ قیدی بنے تھے، اب تقریباً مکمل طور پر آزادی کی زندگی گزار سکیں گے، اس لئے یہ ایک بہت بڑی فتح ہے۔

❁❁❁❁❁

انوارِ حدیث

عصا (لاٹھی) حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

عصا حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے :

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے عصا کا استعمال قرآن پاک سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى"۔ (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۸/۱۷)

اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ! بولا یہ میری لاٹھی ہے، اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں چند کام ہیں اور بھی۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام نے جو عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا یہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے، جو جنت کی لکڑی آبنوس سے بنا تھا، حضرت آدم علیہ السلام سے یہ عصا حضرت نوح علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ (الفتوحات الالٰہیہ جلد ۳ رصفحہ ۳۴۶)

بحرمحیط میں ہے کہ جنت سے یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر اترا تھا۔ (بحرمحیط جلد ۶ رصفحہ ۲۳۵)

اس سے معلوم ہوا کہ عصا کا استعمال جلیل القدر حضرات انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عصا کا سہارا لینا حضرات انبیاء علیہم السلام کے اخلاق وعادات میں سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا استعمال فرماتے تھے اور اس کے استعمال کا حکم دیتے تھے۔ (سبیل الہدیٰ جلد ۷ رصفحہ ۵۸۹)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے دست مبارک میں عصا تھا۔ (سیرت الشامیہ جلد ۷ رصفحہ ۵۸۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عصا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصا سے اس کے انگلی پر مارا۔ (سبیلی الہدیٰ جلد ۷ رصفحہ ۵۸۷)

مردوں کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر ایسا کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ناجائز اور حرام امور کا مرتکب ہو تو اس سے خاموشی اختیار نہ کی جائے، بلکہ اسے تنبیہ کی جائے اور اسے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ عصا کا استعمال مومن کی علامت اور حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے۔ (الحاوی جلد ۲ رصفحہ ۳۶)

حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ عصا رکھنا حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت اور مومن کی پہچان ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۱ رصفحہ ۱۸۸)

عصا حضرت ابراهیم علیه السلام کی سنت هے :

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ عصا کا استعمال کرو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عصا کا استعمال کیا ہے۔ (سیرت الشامیہ جلد ۷ رصفحہ ۵۸۹)

حضرت موسیٰ علیه السلام کے عصا کی لمبائی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کی قامت کے برابر تھا، بارہ

ہاتھ تھا، ایک قول میں اس کی لمبائی ۱۰ ذراع تھی، جو آپ کی قامت سے کم تھا۔ (بحر محیط جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ عصا کی لمبائی عصا رکھنے والے کی قامت کے برابر ہوسکتی ہے، اس سے چھوٹی بھی ہوسکتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصا کی لمبائی کا علم نہ ہوسکا۔ واللہ اعلم

عصا کا استعمال مستحب ہے:

علامہ آلوسی بغدادیؒ نے سورہ طہٰ کی آیت ''اتوکؤ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت سے عصا کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ: آج عصا کا استعمال امت میں متروک ہوچکا ہے، سنت کی حیثیت سے عصا کا استعمال اور رائج کرنے کا بڑا ثواب ہے، مبارک ہیں وہ بندے جو سنتوں کے متلاشی اور ان پر خلوص کے ساتھ عمل کرنیوالے ہیں۔

چلتے وقت عصا رکھنا اور سہارا لینا مسنون ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۲)

حضرت عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عصا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہارا لئے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عصا ان کو دیدیا۔ (طبرانی صفحہ ۵۸۹)

حضرت حارث نے روایت بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، جب خاتم النبین کہیں باہر تشریف لے جاتے تو جوتا پہناتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا لیتے اور چلتے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے جوتا کھولتے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیدیتے اور عصا ان کے حوالہ فرمادیتے۔ (سبیلی الہدی جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، سفر و حضر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے، خاص کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے، عصا اور مسواک کے ذمہ دار تھے، ان کا انتظام ان کے حوالہ تھا۔

سفر میں بھی عصا کا استعمال مسنون ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصا کو سفر میں رکھ لیتے اور نماز پڑھ لیتے یعنی سترہ کے طور پر استعمال فرماتے۔ (سبیلی الہدی جلد ۵ صفحہ ۵۸۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا رکھتے تھے، سفر میں عصا رکھنا حضرات انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سفر اور حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا رکھتے تھے، اس لئے حضرت ابن مسعود صاحب عصا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے نوازے گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۹)

عصا کے استعمال کا حکم اور تاکید:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کے استعمال کا حکم دیتے تھے۔ (سیرۃ الشامیہ جلد ۷ صفحہ ۵۹۹)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ عصا کا استعمال کرو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عصا کا استعمال کیا ہے۔ (ایضا)

عبداللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا دیتے ہوئے فرمایا کہ لو اور اسے استعمال کرو، سرور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا یا اس کے مثل چھڑی یا کھجور کی شاخ وغیرہ رکھ لیتے، چنانچہ مسند حمیدی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخ کو پسند فرماتے اور ہاتھ میں رکھتے اور ہاتھ میں رکھے ہوئے مسجد میں داخل ہوجاتے۔ (سبیلی الہدی جلد ۷ صفحہ ۵۸۷)

قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عصا اور چھڑی وغیرہ رکھنا

سنت ہے، یہ استخفاف وذلت کی بات نہیں ہے۔

عصا کے سہارے خطبہ دینا مسنون ہے:

حکم بن حزن کلفی فرماتے ہیں کہ میں نے قیام مدینہ کے موقع پر جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عصا یا کمان کے سہارے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔(ابوداؤد جلد۱ صفحہ۱۰۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کے موقع پر خطبہ دیتے تو کمان کے سہارا دیتے اور جب جمعہ کے موقع پر (مدینہ منورہ میں) خطبہ دیتے تو عصا کے سہارے دیتے۔(ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

ابن شہاب زہریؒ (جو جلیل القدر تابعی ہیں) کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کے دن) خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو عصا لیتے، اسی طرح عصا کے سہارے حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان خطبہ دیتے۔(مراسیل ابوداؤد صفحہ ۷)

فائدہ: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء کرام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے عصا کے سہارے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت ہے، حضرت عطاؒ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو کیا عصا کے سہارے خطبہ دیتے، جواب دیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کے سہارے خطبہ دیتے۔

حضرت ابن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کے سہارے خطبہ دیتے تھے، پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنہ پر خطبہ دیا کرتے تھے (جسے ممبر بننے کے بعد دفن کر دیا گیا تھا) جب ممبر بن گیا تب بھی آپ عصا کے سہارے خطبہ دیتے۔(مصنف ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۱۸۵)

حضرت سعد قرظ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے، فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کا خطبہ دیتے تو عصا کے سہارے دیتے۔(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۹۵)

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو عصا لیتے اور اس کے سہارے منبر پر خطبہ دیتے، اسی طرح آپ کے بعد حضرات خلفاء راشدین بھی عصا کے سہارے خطبہ دیتے۔

عیدین کا خطبہ بھی عصا وغیرہ کے سہارے مسنون ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عید کے دن کمان دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر خطبہ دیا۔(ابوداؤد صفحہ۱۶۲)

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا عمل اور سنت ہے کہ جمعہ یا عیدین کا خطبہ عصا یا کمان کے سہارے دیتے تھے، یعنی منبر پر چڑھ کر عصا وغیرہ ہاتھ میں لیکر خطبہ دیتے۔

افسوس کہ خطبہ کا یہ مسنون طریقہ بالکل چھوٹ گیا ہے، خطیبوں اور مساجد کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ اس مسنون طریقہ کو اختیار کریں، عصا کے سہارے خطبہ دین مسنون اعمال وطریق کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ہے۔

عصا کے فوائد اور منافع:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عصا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں چھ خصوصیتیں ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

(۲) صلحاء کی زینت ہے۔

(۳) دشمنوں پر ہتھیار ہے۔

(۴) کمزوروں اور ضعیفوں کا معاون ہے۔

(۵) منافقین کے لئے باعث غم ہے۔

(۶) زیادتی طاعات ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے اس کے فوائد کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مؤمن کے پاس جب عصا ہوتا ہے تو اس سے شیطان بھاگتا ہے، فاجر اور منافق اس سے خوف کھاتے ہیں، نماز پڑھے تو سترہ ہو جاتا ہے، تھک جائے تو

قوت کا باعث ہوتا ہے۔

تفسیر الجامع میں علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حجاج بن یوسف نے ایک اعرابی سے جس کے ہاتھ میں عصا تھا پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا عصا ہے جسے میں نماز کے وقت سترہ بنالیتا ہوں، اپنے جانوروں کو ہانکتا ہوں، سفر میں اس سے قوت حاصل کرتا ہوں، یعنی اس کے سہارے چلتا ہوں، چلنے میں اس کا سہارا لیکر قدم بڑھاتا ہوں اس کے سہارے نہر میں چھلانگ لگاتا ہوں، گرنے سے محفوظ رہتا ہوں، دھوپ کے وقت کپڑے ڈال دیتا ہوں اور سایہ کر کے دھوپ سے بچتا ہوں، اس سے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں، کاٹنے والے کتے سے حفاظت کرتا ہوں، جنگ کے موقع پر نیزے کا کام دیتا ہے، میں نے باپ سے ورثہ میں پایا ہے، میرے بعد میرا بیٹا اس کا وارث ہوگا، اور بھی ان کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں۔ (تفسیر الجامع جلد ۱۱ رصفحہ ۱۸۸)

اہل تجربہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا استعمال بڑھاپے میں کمر کے جھکاؤ کو روکتا ہے، اور کمر کو طاقت دیتا ہے، چلنے میں قوت ملتی ہے، دور تک چلنا آسان ہوتا ہے، تھکن اور کمزوری کا احساس نہیں ہوتا، کمر اور گھٹنوں کی طاقت بنی رہتی ہے، ضعف پیری کی حالت میں عصا کا استعمال بہت ضروری ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے الحاوی میں لکھا ہے کہ جس کی عمر چالیس سال ہوجائے اور وہ عصا استعمال نہ کرے عجب و کبر کی علامت ہے۔ (الحاوی جلد ۲ رصفحہ ۳۶)

فقہاء نے بھی عصا کے استحباب کو ذکر کیاھے:

علامہ شامیؒ نے قہستانی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جس طرح خطبہ میں قیام سنت ہے، اسی طرح عصا کا سہارا لینا بھی سنت ہے۔

بعض فقہاء سے اس کی کراہت منقول ہے، وہ صحیح نہیں ہے، اسی وجہ سے علامہ شامیؒ نے درمختار کی نقل کراہت پر قہستانی کے حوالہ سے گویا رد کرتے ہوئے عصا کے استعمال کو خطبہ میں سنت قرار دیا ہے، جس کا واضح مفہوم ہے کہ کراہت کا قول قابل اعتبار نہیں بلکہ اس کے خلاف سنت ہے، اور یہی صحیح اور ثابت بالحدیث ہے۔

اعصا کا استعمال کرنیوالے کم ھوں گے:

حضرت عبداللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا دیتے ہوئے فرمایا: ''لو! اور اس کو استعمال کرو، قیامت میں (لوگوں کو معلوم ہوگا) عصا کا استعمال کرنے والے بہت کم لوگ ہونگے۔

فائدہ: عصا کا استعمال عرف اور عام رواج میں شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اس کے استعمال میں بظاہر ضعف ومسکنت واظہار تواضع ہے، اس وجہ سے بہت کم لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی آج کے دور میں پوری ہورہی ہے، اللہ تعالی ہم سب کو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وفیات

- مولانا جمشید علی خان صاحب (خلیفہ حضرت مدنی اور حضرت تھانوی رحمہم اللہ) کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون
- حاجی عبدالرزاق صاحب (خادم خاص مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ؒعلی حسنی ندویؒ) کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون
- مولانا نیاز احمد صاحب ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون
- قاری محمد قاسم صاحب انصاری امام وخطیب پیرامٹ مسجد چنئی کا انکے وطن بھوپال میں انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
- مولانا ارشاد صاحب قاسمی شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کا انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ماہنامہ ''نقوس اسلام'' کے قارئین سے درخواست ہے کہ مذکورہ مرحومین کے علاوہ تمام امت اسلامیہ کے مرحومین کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں۔

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

نام مؤلف: مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

صفحات: ۲۲۴/ قیمت: درج نہیں

ناشر: سید احمد شہید اکیڈمی، دارعرفات تکیہ کلاں، رائے بریلی

پیش نظر ''تذکرہ'' مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی کے سیال قلم سے نکلا ہوا ایک عظیم شاہکار ہے، جس میں حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کا خاندانی اور سوانحی خاکہ اور دعوتی وتبلیغی خدمات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے، مولانا محمود حسن صاحب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خاندان کے وہ چشم وچراغ ہیں جن کے قلم میں اللہ نے جولانی اور روانی رکھی ہے، جب وہ کسی موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں تو برجستہ لکھتے ہیں، اور خوب لکھتے ہیں، نہ ان کے قلم میں رکاوٹ ہوتی ہے، نہ جھجک، نہ اٹک، نہ کھٹک، وہ لکھتے جاتے ہیں اور ان کا سیال قلم موتی بکھیرتا جاتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ کے انتقال کے فوراً بعد ایک ہفتہ میں مولانا نے یہ ضخیم کتاب تیار کردی، جو اپنی معنوی خصوصیات اور معلومات کی فراوانی، اور دعوتی وتبلیغی خدمات کی تفصیل کا ایک بیش بہا کشکول معلوم ہوتی ہے، مولانا موصوف کو قلم کی یہ دولت بیش بہا اپنے نانا حضرت مولانا سید محمد ثانی مرحوم (برادر اکبر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی) سے وراثت میں ملی ہے کہ موصوف محترم ایک زبردست قادر الکلام شاعر اور سوانح نگاری کے عظیم مصنف تھے۔

مولانا محمود حسنی نے کتاب کے مضامین کو بہت خوبصورتی سے سات ابواب پر تقسیم کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

باب اول: خاندان کے اسلاف۔

باب دوم: از ولادت تا تکمیل سلوک۔

باب سوم: دہلی کا قیام، مدرسہ کاشف العلوم میں تدریس حدیث شریف اور مرکز دعوت وتبلیغ حضرت نظام الدین سے وابستگی۔

باب چہارم: عالمی دعوت وتبلیغ کا کام اور ذمہ دارانہ مقام۔

باب پنجم: اوصاف وخصوصیات امتیازات وکمالات۔

باب ششم: خاندان کے چند معاصر وممتاز افراد۔

باب ہفتم (جزء اول) وفات وتعزیت، میڈیا وسوشل میڈیا کے حوالے سے۔

باب ہفتم (جزء دوم) بیان ودعا۔ اسلوب اور نمونہ۔

ابواب کی اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر جامع اور معلوماتی کتاب ہے، جو بروقت اور برمحل منصۂ شہود پر آئی، جس کے شروع میں عرض مؤلف، پھر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا مقدمہ اور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کا مکتوب اور مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے تأثرات ہیں، جس سے کتاب کی وقعت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور کتاب کو دینی دعوتی میدان میں کام کرنے والوں کیلئے مشعل راہ بنائے۔

نام کتاب: ترک جماعت کی وعید اور باجماعت نماز کی فضیلت

نام مؤلف: حضرت مولانا مفتی احمد بن ابراہیم صاحبؒ بیمات

صفحات: ۳۰/ قیمت: ۱۸/روپے

ناشر: حافظ اسجد مفتی احمد صاحب بیمات خادم مسجد عمر ہیملٹن، کینیڈا

پیش نظر کتاب ایک چھوٹا سا پمفلٹ ہے، مگر اپنی معنوی خصوصیات کے اعتبار سے بڑا اہم ہے، جس میں قرآن وحدیث اور فقہ وفتاوی کی روشنی میں جماعت کی نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور جماعت کے چھوڑنے پر جو وعیدیں آئیں ہیں، ان کو تفصیل سے تحریر کیا ہے، کتاب قابل مطالعہ اور لائق استفادہ ہے، کتاب کے عنوان سے ہی اس کے مہتم بالشان ہونے کا پتہ چلتا ہے، اس کے مصنف حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب نور اللہ مرقدہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر کے سابق شیخ الحدیث، گجرات کے امیر شریعت اور صدر جمعیۃ علماء اور دارالعلوم مدنی دارالتربیت کرمالی کے بانی اور زبردست عالم دین تھے، جنہوں نے یہ کتاب گجراتی میں لکھی تھی، اردو کا جامہ اسکو مفتی اسعد صاحب پالن پوری نے پہنایا، تاکہ اردو داں طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے، اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے، اور قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔